ڈاکٹر نثار احمد☆

رسالت محمدی کی سوغات ''اسلام''

ہدایت (۱) ہر شے کا لازمہ اور ضرورت ہے۔ ہر شے کا خالق و مالک اللہ رب العالمین ہے اور ہر شے جب اس نے پیدا کی تو اسے ہدایت سے بھی مزین فرمایا کہ کوئی شے اس سے خالی نہیں۔ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (۲) ''ہمارا رب وہی جس نے دی ہر چیز کو اس کی صورت، پھر راہ سجھائی'' (۳) ہر چیز ایک خاص ہیئت، ساخت، مقدار، اندازہ سے بنائی اور اسے نشو ونما کا راستہ دکھایا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰیO وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی۔ (۴)

نوعِ انسان بھی مخلوقات میں شامل بلکہ اشرف المخلوقات ہے۔ ہدایت انسانوں کے لئے بھی ناگزیر ہے۔ اس کی فطری، جبلی، مادی، جسمانی، ضروریات کے علاوہ (جن کی تکمیل کے لئے زمین و آسمان کی ساری قوتیں اس کی خدمت گذار بنا دیں، (۵) کائنات کا ہر ذرہ اس کے لئے مسخر کر دیا اور تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اس پر تمام کر دیں۔ (۶)) اس کی فکری، روحانی، ثقافتی ضروریات، ذہنی تسکین، حقیقت کا علم، زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ اور شخصی، عائلی، معاشی، سیاسی، ملکی معاملات میں ہدایت و رہنمائی کا بھی اپنی طرف سے انتظام کیا، جس کا وعدہ اللہ نے نوعِ انسانی سے حضرت آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجتے وقت کیا تھا۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ (۷) اس لئے ہدایت درحقیقت وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہو۔ کہ یہ کلیتاً عطیۂ خداوندی اور انعام الٰہی ہے اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی (۸) اور درحقیقت وہی اس کا سزاوار ہے اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی۔ (۸/ا)

چنانچہ (انسانوں کی) ہدایت کا یہ سلسلہ پورے تاریخی تسلسل کے ساتھ جاری و ساری رہا اور حضرت آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام ہر زمانہ انبیاء و رسل، ہادی، بشیر و نذیر (۹) کی ہدایت اور کتاب و حکمت کی نورانیت سے متمتع ہوتا رہا اور کتاب و رسول کے تلازم سے ہدایت ربانی کا حصہ پاتا رہا۔ لَقَدْ

☆سابق رئیس کلیۂ فنون و صدر شعبہ اسلامی تاریخ۔ جامعہ کراچی۔

اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ ۔(۱۰)

اس ہدایت خداوندی جس کا منبع و سرچشمہ وحی الٰہی ہے، کے علاوہ انسانوں کی تجویز کردہ رہنمائی اور خودساختہ ہدایت اصلاً ہدایت نہیں ''ضلالت ہے'' کیونکہ عقل، وجدان، حواس اور دوسرے ذرائع علم جو انسانوں کو حاصل ہیں انکشاف حقیقت نہیں کرسکتے ۔اور اس صراط مستقیم تک نہیں پہنچا سکتے جو زندگی کی منزل ہے، لہٰذا قرآن کی رو سے ہدایت و ضلالت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔(۱۱)ہدایت الٰہی سے منہ موڑ کر آدمی ضلالت میں جا گرتا ہے ۔البتہ انسان مجبور نہیں مختار ہے کہ ان دونوں میں سے خود کون سی راہ اپنانا چاہتا ہے ۔اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اھْتَدٰی فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا وَمَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِوَکِیْلٍ ۔(۱۲)

جناب خاتم الانبیا والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ □ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو دنیا ہدایت خداوندی سے محروم ضلالت و جہالت کی وسعتوں میں بھٹک رہی تھی ۔(۱۳) آپ □ کے ورود مسعود سے ہی جہالت و ضلالت کے اندھیرے دور ہوئے اور اس ''دور فترت'' (۱۴) کا خاتمہ ہوا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پوری دنیا میں علی العموم اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے بعد ''جزیرہ نمائے عرب'' میں بالخصوص قائم چلا آرہا تھا ۔اور اگر آپ □ کی بعثت مطہرہ نہ ہوئی ہوتی تو یہ دنیا جہاں خشکی وتری ہر جگہ فساد ہی فساد بپا تھا لوگوں کے اپنے کرتوتوں کے سبب ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ ۔(۱۵) تباہ و برباد ہو جاتی ۔اور آگ کے جس گڑھے کے بالکل کنارے شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ (۱۶) کھڑی تھی اس میں گر کر جل کر خاکستر ہو جاتی ۔

اس لئے رسول رحمت □ حضور ختمی مرتبت نجات دہندۂ انسانیت کی تشریف آوری بالکل ٹھیک وقت پر ہوئی، نہ اس سے پہلے کہ شاید قدر نہ کی جاتی، نہ اس کے بعد کہ بہت دیر ہو جاتی اور سب کچھ ختم ہو کر رہ جاتا ۔انسانیت پر اللہ رب العالمین نے رحم فرمایا اور محسن انسانیت علیہ السلام والتحیۃ کو مبعوث فرمایا، جو خود بھی نور و منور، اور اپنے ساتھ کتاب بھی روشن و منور لائے قَدْجَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ (۱۷) تاکہ انسانیت کو ہر قسم کے اندھیروں سے نکال کر اجالوں، روشنیوں میں لے آئیں لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔(۱۸) چنانچہ بعثت محمدی کے نتیجے میں ایک طرف تو پوری انسانیت ان کے زیر بار احسان ہے کہ ہر طرف وَاَرْسَلْنَاکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلاً (۱۸/۱) اور وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔(۱۹) کا پھریرا اڑ رہا ہے اور دوسری طرف ہر وہ شخص جو دائرہ ایمان

واسلام میں داخل ہے اور رہوگا، احسان رسالت مآب□ سے عہدہ برانہیں ہوسکتا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً ۔(۴۰) آنحضور□ کی ذات بابرکت پر ہی ہدایت خداوندی کا سلسلہ کتاب ورسول مکمل ہوا (کتاب اور رسول دونوں کی شان نرالی، دونوں عظیم وجلیل، دونوں ہمیشہ کے لئے قائم و دائم، دونوں کا مقصد ایک، دونوں ہمہ گیر و عالمگیر، دونوں کی دعوت انسانیت کے لئے اور دونوں کا تخاطب تمام انسانوں سے، اس لئے ان دونوں پر مبنی ہدایت کا دائرہ بھی تمام انسانوں کے لئے، تمام زمانوں کے لئے، زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی، ہمہ گیر، دائمی، عالمگیر اور دین و دنیا دونوں پر محیط ہے۔ لہٰذا یہ کتاب بھی آخری ہے اور رسول بھی اعظم و آخر ہے) تکمیل ہدایت اور تکمیل نعمت کا صریح اعلان وحی الٰہی کے الفاظ میں کردیا گیا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (۴۰/۱) ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل و مکمل کردیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کردیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا''۔ لہٰذا بعثت محمدی□ کے ذریعہ جو سوغات انسانیت کو ملی وہ اسلام ہے۔ اسلام کے قیام واستحکام سے ہی جاہلیت کا استیصال ممکن ہوا۔ بحر و بر میں جو فساد پھیلا ہوا تھا اس کا قلع قمع ہوا۔ حضور سرور عالم□ کی آمد مبارک سے کائنات کا ذرہ ذرہ اسلام کے نور سے جگمگا اٹھا اور چاردانگ عالم میں وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۴۰/۲) کا منظر پیدا ہوگیا۔

آنحضور□ اسلام کی سوغات لے کر آئے۔ یہ عین حقیقت ہے، البتہ یہاں اس عمومی اور عوامی تاثر کو جزوی حقیقت قرار دیا جائے گا جس کے تحت یہ کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ آمد ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے ظہور اسلام ہوا یا اسلام کی ابتدا ہوئی اور آپ□ سے پہلے کا دور اس اعتبار سے قبل اسلام تھا۔ زمانۂ قبل از اسلام بھی اگرچہ صدیوں پر محیط اور جہالت وکفر و ضلالت سے عبارت تھا، لیکن ظاہر ہے کہ اس دور ظلمت سے پہلے بھی ہادی، بشیر و نذیر، انبیاء و رسل آئے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہدایت ربانی کا سلسلہ جاری و ساری رہا اور تمام پیامبر و پیغمبر بھی اسلام لے کر آئے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آنحضور□ سے قبل جملہ انبیاء و رسل محدود وقت اور زمانے کے لئے آئے اور ان کی دعوت اسلام بھی وقتی، محدود، مخصوص علاقے، مخصوص قوم، آبادی، حالات وظروف سے مناسبت و مطابقت رکھتی تھی اور ان پر نازل ہونے والے کتب وصحائف بھی انہی احوال وظروف سے مناسبت و مطابقت رکھتے تھے اس لئے ہدایت خداوندی کا دائرہ بھی اسی درجے میں موثر رہا۔ جب کہ آنحضرت□ بیک وقت ہادی، بشیر و نذیر، نبی و رسول تھے اور آپ□ دعوت اسلام، عشرۂ کمال وتمام کے ساتھ لائے

:ran.toy not

اور جو اپنی نوعیت میں عالمی و عالمگیر، ابدی و ہمہ گیر ہے اور اپنے اطلاق میں قیامت تک موثر ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے پہلے اسلام کے لفظی ولغوی مفہوم کا مطالعہ ضروری ہے۔

اسلام، کا مفہوم از روئے لغت وحدیث:

اسلام کا مادہ س ل م ہے۔ یہ سَلْم و سِلْم دونوں طرح مستعمل ہے۔(۲۱) اس کے ابتدائی واساسی مفہوم میں عجز وانکسار اور تذلل وخضوع داخل ہے اور کلام عرب میں یہ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کے دو معنی خاص ہیں۔

۱۔ ایک معنی، اطاعت، فرمانبرداری، انقیاد تسلیم ورضا، سپردگی، امتثال امر، حکم ماننا، قبول کرنا، منظور کرنا، جھک جانا، دستبردار ہونا، سونپنا، حوالے کر دینا۔(۲۲) عربی کی مشہور لغت لسان العرب میں ہے: والسلام الاسلام، و التسلم الاستخدام و الانقیاد و الاستسلام (۲۳) سِلم، اسلام، اور سَلْم کے معنی ہیں اطاعت اور فرمانبرداری دوسری جگہ ہے: والاسلام والاستسلام الانقیاد (۲۴) اسلام اور استسلام کے معنی فرمانبرداری کے ہیں، اسی طرح تاج العروس میں ہے: والسلم مثل السلام والاسلام والمراد هنا الاستسلام والانقیاد اور سلم، سلام اور اسلام ہم معنی ہیں اور یہاں اس سے مراد انقیاد واطاعت ہے۔(۲۵)

اسی میں دوسری جگہ ہے۔و السلم الاستسلام و الاستخدام و الانقیاد و منه قوله تعالیٰ القوا الیکم السلم، ای الانقیاد (۲۶) "یعنی سلم سے مراد ہے جھک جانا، مطیع ہو جانا، اور تابع فرمان ہو جانا"۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ القوا الیکم السلم یہاں سلم بمعنی اطاعت ہے۔ عربی کے مشہور شاعر امرؤالقیس بن عابس کا شعر ہے

فلست مبدلا بالله رَبّاً   ولا مستبدلا بالسلم دینا

میں نہ تو اللہ کے بجائے کسی اور کو اپنا رب بناؤنگا اور نہ سلم (یعنی اسلام) کو کسی اور دین سے بدلوں گا۔

اسی طرح کندہ کا ایک جاہلی شاعر کہتا ہے:

دعوت عشیرتي للسلم لما   رایتهم تو توا مدبرینا (۲۷)

میں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو فرمانبرداری کی طرف بلایا، جب میں نے ان کو

not

دیکھا کہ انہوں نے ہم سے پیٹھ پھیری ہے۔

ایک اور جگہ تاج العروس میں ہے کہ: و السلم الاسم من التسلیم وھو بذل الرضا بالحکم ''یعنی مسلم نام ہے تسلیم کا یعنی حکم کی بجا آوری میں پوری طرح سے راضی ہونا''۔ اسی لئے جو شخص مطیع و منقاد ہو جائے اس کے متعلق کہا جاتا ہے اَسْلَمَ الرَّجُل یعنی اس شخص نے اطاعت و فرمانبرداری قبول کرلی۔ وہ رام ہو گیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من آدمي إلاَّ و معه شيطان، قيل ومعک؟ قال نعم ولکن الله اعانني عليه فَاَسْلَمَ۔ (۲۸)

کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ شیطان نہ لگا ہو۔ آپ □ سے کہا گیا (یا رسول اللہ) کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ □ نے فرمایا: ہاں لیکن اللہ نے اس کے مقابلے پر میری مدد کی اور وہ میرا تابع ہو گیا۔ اَسْلَمَ کا لفظ جب بلا صلہ آئے تو اس کے معنی اطاعت وانقیاد کے ہوتے ہیں۔ الیٰ کے صلے کے ساتھ آئے تو اس کے معنی سپرد کر دینے اور لام کے صلے کے ساتھ آئے تو اس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ قریش کے لوگوں نے بنی ہاشم کے خلاف مقاطعے کا جو فیصلہ (۷ نبوی میں) کیا تھا اس میں یہ طے کیا تھا کہ لاینا کحوھم ولایبایعوھم حتی یسلموا الیھم النبی صلی الله علیه وسلم۔ وہ ان بنی ہاشم کے ساتھ شادی بیاہ اور خرید و فروخت کا کوئی تعلق نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قریش کے حوالے نہ کر دیں، اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا یطھر الله قلب عبد حتی یسلم لنا ویکون سلما لنا اللہ تعالیٰ کسی بندے کا دل اس وقت تک پاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ ہمارا تابع فرمان نہ ہو جائے اور ہم سے مل کر (موافقت سے) نہ رہے۔ (۲۹)

پھر اسی سپردگی اور اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے قید و بند اور اسیری کے معنی پیدا ہوئے۔ چنانچہ رَجُلٌ سَلم کے معنی ہوں گے ''قیدی'' (۳۰) کیونکہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور دوسرے کے سامنے سر اطاعت خم کر دیتا ہے۔ اخذہ سلماً اس وقت بولتے ہیں جب کسی کو بغیر جنگ کے گرفت میں لے لیا اور رکھ لیا جائے (۳۱) لاٰتینک برجلٍ سلم کے معنی ہوں گے ''میں ایک آدمی کو گرفتار کر کے آپ کے پاس لاؤں گا''۔ (۳۲)

اسی سے باب تفعیل میں سَلَّمَ یُسَلِّمُ تَسْلِیْماً ہے۔ جس کے معنی قبول کرنے، بچانے، سپرد کرنے اور انقیاد و اذعان کے ہیں۔ سَلَّمَ بِہٖ کے معنی ہیں کسی بات کو مان لینا، قبول کرنا منظور کرنا۔ (۳۳) اسی سے بیع سَلَم بھی ہے جس میں کسی چیز کی پیشگی قیمت بائع کے حوالے کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آتا

ہے من تَسَلَّمَ فی شیٔ فلا یصرفه الی غیره یعنی جو شخص کسی مال کے معاملے میں پیشگی قیمت وصول کرلے وہ پھر اس کو بدل کر دوسرا مال نہ دے (مثلاً گیہوں طے ہوئے اور چاول دے دے) (۳۴)

تَسَلَّم کے معنی ہوتے ہیں لے لینا وصول کرنا اور مسلمان ہونا۔ (۳۵) سَلَّمْتُمْ کے معنی ہوں گے تم نے حوالے کردیا، تم نے سپرد کردیا تم نے سونپ دیا۔ یہ تسلیم سے ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنی سپرد کرنے کے آتے ہیں ۳۶۔ ایک حدیث میں ہے: انی وھبت لخالتی غلاماً فقلت لها لا تسلیمیه حجاما و لا صائغاً ولا قصابا "میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام ہبہ کیا اور کہہ دیا کہ اس کو حجام اور سنار اور قصاب کے سپرد نہ کرنا"۔ یعنی یہ تینوں پیشے اس کو نہ سکھانا اور دوسرے پیشے سکھاؤ تو قباحت نہیں۔ (۳۷)

اسی سے باب افعال میں "اسلام" ہے۔ اس کے معنی ہیں اطاعت فرمانبرداری، گردن دے دینا تابعدار بن جانا اور اپنے آپ کو سپرد کردینا۔ (۳۸) یہ معنی باب استفعال سے استسلم یا استلام کے ہیں۔ (۳۹) اسلام کا فاعل مُسْلِمْ ہے یعنی اسلام میں داخل ہونے والا، اسلام قبول کرنے والا، اپنے آپ کو احکام الٰہیہ کے تابع کردینے والا۔ امت مسلمہ یعنی وہ گروہ جو اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے احکام خداوندی کو تسلیم کرتا ہے۔

دوسرے مشہور معنی صلح، آشتی، امن و عافیت اور حفاظت و پناہ کے ہیں۔ (۴۰) اور یہ لڑائی (حرْب) کی ضد ہے۔ (۴۱) ایک حدیث میں ہے اَسْلِمْ تَسلم یعنی اسلام لاتو تباہی سے بچ جائے گا۔ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جعله مسلما لمن دخله جو بھی اس (اسلام) میں داخل ہوا وہ سلامت رہا یا محفوظ رہے گا ایک اور حدیث میں ہے: وانّ سِلْمَ المؤمنین واحدٌ لا یُسالَمُ مومن دون مومن "مومنوں کی صلح سب مل کر ایک ہونی چاہئے۔ یہ نہیں کہ ایک مومن سے صلح ہو اور دوسرے سے نہ ہو"۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: المسلم اخوا المسلم لا یظلمه ولا یسلمهٗ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کہ نہ تو اس پر ظلم کرے اور نہ (اسے) دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ دے اور اس کا بچاؤ یا حفاظت نہ کرے)۔ ایک موقع پر انه اخذ ثمانین من اهل مکة سلما او سلماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں میں سے ۸۰ آدمیوں کو صلح کے طور پر لے لیا۔ (۴۲) سِلماً اور سَلماً دونوں کے معنی صلح کے ہیں۔ لسان العرب میں ہے: "و السلم المسالم تقول انا سلم لمن سالمنی وقوم سلم و سلم سالمون و کذالک تسالموا و تصالحوا (۴۳) سلم صلح کرنے والے کو کہتے ہیں چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ میں صلح کرنے والا ہوں اس شخص سے جو مجھ سے صلح

کرے اور قوم سلم صلح جو قوم کو کہتے ہیں۔اور اسی طرح سے **تسالموا** کا لفظ تصالحوا کا ہم معنی ہے یعنی آپس میں مصالحت کرنا۔اسی سے موافقت و مطابقت کے معنی پیدا ہوئے چنانچہ جب گھوڑے پاؤں ملا کر ایک ساتھ چلیں تو کہتے ہیں **تسالمت الخیل**۔(۴۴)

پھر اس سے باب **سَمِعَ یَسْمَعُ** میں **سَلِمَ یَسْلَمُ** آتا ہے جس کے معنی خالص اور پورے طور پر کسی دوسرے کے لئے ہو جانے کے ہیں (۴۵)۔اسی سے علیحدہ رہنے اور محفوظ و مامون رہنے کے معنی آتے ہیں۔ایک مشہور روایت کے مطابق، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ** یعنی اصلی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں مطلب یہ ہے کہ اس کے برے افعال سے امن میں رہیں۔(۴۶)

سلّم الشیئ کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو کسی کے لئے خالص کر دینا۔اس کے حق میں محفوظ کر دینا۔(۴۷) **سَلِمَ لَهٗ** کے معنی کسی کے لئے مخصوص ہو جانے کے ہیں اور جب **سَلِمَ مِنْ** ہو تو اس کے معنی نجات پانے اور بری ہونے کے ہوں گے۔چنانچہ اسی سے **سَلِمَ مِنَ الخطر** یعنی خطرہ سے حفاظت اور **سَلِمَ من العیب** یعنی عیب و برائی سے محفوظ رہنے کے ہیں۔(۴۸) چنانچہ قرآن کی آیت **و السلام علٰی من اتبع الھدیٰ** کے معنی یہ ہیں کہ جس نے ہدایت الٰہی کا اتباع کیا وہ اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے محفوظ رہا۔(۴۹) **سَلَامَ** کے معنی ایک طرف امن و عافیت اور آفات سے محفوظ رہنے کے ہیں اور دوسری طرف یہ لفظ عیوب و نقائص سے پاک ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے۔(۵۰) اسی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالٰی کے اسماء الحسنٰی میں سے ایک نام **السَّلَامُ** بھی ہے۔(**سَلَامٌ**) کے معنی کسی کے حق میں سلامتی کی دعا کرنے اور سلام کرنے کے بھی آتے ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ **یسلم الصغیر علی الکبیر** یعنی چھوٹا بڑے کو سلام کرے قرآن میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے: **یا یھا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتّٰی تستانسوا و تسلموا علٰی اھلھا** (۵۱)
مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں (جانے کے لئے) گھر والوں سے اجازت اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

اسلام کا مفہوم از روئے قرآن:

سَلْمٌ اور **سِلْمٌ** اور اس کے مشتقات کا استعمال قرآن کریم میں کثرت سے ہوا ہے۔ان

استعمالات کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں: (ا) کسی صلے کے ساتھ یا (۲) بغیر کسی صلے کے۔ صلے کے ساتھ استعمال کے مواقع پر جو معنی ہوں گے ان کی تعیین اس کے صلے کو دیکھ کر بآسانی کی جاسکتی ہے۔مثلاً سورۂ بقرہ میں ہے۔**بلیٰ من اسلم وَجْهَهٗ لِلّٰه وهو محسنٌ فلهٗ اجرُهٗ عندربّهٖ ولا خوف عليهم ولاهم يحزنون** (۵۲)"ہاں جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکادے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا اجر اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے" (۵۳) آگے ارشاد ہے:**اذقال لَهٗ ربّهٗ اسلم قال اسلمتُ لربّ العالمين** (۵۴)"جب ان (ابراہیمؑ) سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ جھک جاؤ تو انہوں نے کہا میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں"۔(۵۵) ان دونوں جگہوں پر اسلام کے معنی اطاعت وفرمانبرداری اور جھک جانے کے ہیں۔اس لئے کہ ان میں صلہ لِ آیا ہے۔اور یہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ اس لفظ کے بعد جب صلہ لام ہو تو اس کے معنی اطاعت وفرمانبرداری ہی ہوتے ہیں۔سورۂ مومن میں ارشاد ہے:**قل انّی نهيتُ ان اعبد الذين تدعون من دون الله لما جآءنی البيّنٰتُ من ربّی واُمرتُ ان اُسْلِمَ لربّ العالمين** (۵۶) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے) کہہ دو کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ تم لوگ جن کو خدا کے سوا پکارتے ہو ان کی پرستش کروں، جبکہ میرے پاس میرے پروردگار کی (طرف سے) کھلی دلیلیں آچکی ہیں اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ پروردگار عالم ہی کا تابع فرمان رہوں)۔اور سورۂ بقرہ میں تعمیر کعبہ کے وقت دعائے ابراہیمی کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے:"**ربّنا واجعلنا مسلمين لک و من ذريّتنا اُمّةً مسلمةً لک** (۵۷)"اے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنائے رکھیو" اسی طرح حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں سے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عہد لیا تو انہوں نے فوراً اقرار کیا کہ:**ونحن لهٗ مُسْلمون** (۵۸)"اور ہم اس کے تابع فرمان ہیں"۔(۵۹) یا مثلاً سورۂ نور میں ارشاد ہوا:**يا ايها الذين امنوا لاتدخلوا بيوتاً غير بيوتكم حتی تستأنسوا و تسلموا علیٰ اهلها** (۶۰)"مومنو اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے بغیر اور سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو"۔یہاں سلّموا کا صلہ علیٰ آیا ہے لہذا یہاں سلام وتحیۃ ہی کے معنی ہوں گے۔

اب رہے وہ مواقع جہاں بغیر کسی صلے کے اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔تو ان مقامات پر اگر سیاق وسباق کو پیش نظر رکھا جائے تو بخوبی واضح ہو جائے گا یہ لفظ کس جگہ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جارہی ہیں:

اطاعت کے معنی میں:

قرآن میں بکثرت مقامات پر اہل ایمان سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ شیطان کی پیروی یا اطاعت نہ کریں بلکہ ہر معاملے میں صرف خدائے واحد کا ہی حکم مانیں۔ مثلاً فرمایا گیا: **یا یھا الذین امنوا ادخلوا فی السِّلم کآفّة ولا تتبعوا خُطُوات الشیطان. انّهٗ لکم عدوٌ مُّبین** (۶۱) ”مومنو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے)۔ یہاں سِلْم کے معنی اگرچہ سلامتی کے بھی بعض مفسرین نے لئے ہیں لیکن شیطان کے اتباع کے مقابلے میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے معنی اختیار کرنا زیادہ مناسب ہیں،(۶۲) ایک جگہ ارشاد ہے: **فــــلا وربّک لا یؤمنــون حتیٰ یحکّموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیتَ و یسـلموا تسلیما** (۶۳) ”پس آپ کے رب کی قسم، یہ لوگ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تم کو حکم نہ مان لیں، پھر اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ سرتا سر تسلیم خم کردیں۔ سورۂ مائدہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ صفت بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا اتباع اور اس کی مکمل اطاعت کرنے والے ہیں: **النبیّون الذین اَسْلَمُوا** (۶۴) انبیاء جو خدا کے فرمانبردار تھے ایک جگہ فرمایا: **فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ** (۶۵) (جب دونوں نے حکم تسلیم کرلیا اور (باپ نے بیٹے کو) ماتھے کے بل لٹادیا۔ سورۂ نحل میں آیا۔ **الـذین تتوفّٰھُمُ الملآئِکةُ ظالمی انفسھم فَاَلْقَوُا السَّلَمَ ما کنّا نَعْمـل من سوٓءٍ** ۔(۶۶) جب فرشتے ان لوگوں کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں جو اپنے حق میں ظلم کرنے والے تھے تو وہ سرا طاعت خم کردیتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے“ آگے ارشاد ہے: **کذلک یُتِمّ نعمتهٗ علیکم لعلکم تُسْلِمُوْن** (۶۷) (اسی طرح خدا اپنا احسان تم کو پورا کرتا ہے کہ تم فرمانبردار بنو) سورۂ حج میں اپنی الوہیت کے حق کے طور پر یہ مطالبہ کیا جارہا ہے: **فالٰھکُمْ الٰه واحد فَلهٗ اَسْـلِمُوا وبشر المخبتین** (۶۸) ”پس تمہارا معبود ایک ہی ہے لہٰذا اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ اور (اے نبی) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو“ (۶۹) حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام اپنے مکتوب گرامی میں یہ مطالبہ کیا تھا: **اَلاَّ تَـعْـلُـوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِی مُسْلِمِیْنَ** (۷۰) ”مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس (چلے) آؤ“ (۷۱) اسی سلسلۂ کلام میں آگے اپنے درباریوں سے حضرت

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یٰاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِھَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ (۷۲) ''اے درباریو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ لوگ فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے'' ایک جگہ ارشاد باری ہے: اَفَنَجْعَلُ المسلمین کالمجرمین (۷۳) ''کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کر دیں گے''۔

حضرت یوسف اپنے پروردگار سے اس طرح دعا کرتے ہیں ۔توفّنیْ مسلماً وّ الحقنی بالصّالحین۔ (۷۴) (اے فاطر السماوات و الارض) تو مجھے (دنیا سے) فرمانبردار اٹھائیو اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کیجیو ''حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے متعلق قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ وہ نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ: ولکن کان حنیفاً مسلما (۷۵) ''سب سے بے تعلق ہو کر ایک خدا کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے'' آخرت میں کفار کا یہ حال ہوگا کہ: بل ھم الیوم مستسلمون۔(۷۶) '' بلکہ آج تو فرمانبردار (بنے جارہے) ہیں''۔

صلح کے معنی میں:

دوسرے معنی یعنی صلح و آشتی سلامتی کے حوالے سے چند مثالیں کافی ہوں گی۔ مثلاً سورۂ نساء میں ارشاد ہے: فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلْمَ۔۷۷ ''پھر اگر وہ (کافر) تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تمہارے خلاف جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو'' اسی سے متصل آیت میں ہے: فان لّم یعتزلو کم ویُلْقُوآ اِلَیْکُمُ السَّلَمَ ویکفّوا اَیْدِیَھُمْ (۷۸) ''تو (ایسے لوگ) اگر تم سے (لڑنے سے) کنارہ کشی نہ کریں۔ اور نہ تمہاری طرف (پیغام) صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو'' ایک جگہ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا فلاتھنوا وتدعوا الی السّلْم (۷۹) ''تو تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف بلاؤ'' ایک جگہ ہے: وَاِنْ جنحوا للسّلم فَاجْنَحْ لھا و توکّلْ علی الله (۸۰) ''اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو''۔

دوسرے معانی میں:

اطاعت اور صلح کے علاوہ دوسرے مختلف معانی میں استعمالات کی چند مثالیں بھی ملاحظہ کی

not

جا سکتی ہیں: مثلاً سورۂ انفال میں وارد ہوا ہے کہ: لَوْ اَرٰکَھُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَا زَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰـکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ (۸۱) ''اور اگر اللہ تمہیں دشمنوں کو زیادہ کرکے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ بیٹھتے اور (جو) کام (درپیش تھا اس) میں جھگڑنے لگتے لیکن خدا نے تمہیں اس سے بچالیا''۔ سورۂ حشر میں ہے۔ الملک القدوس السّلامُ المؤمنُ المھیمن العزیز الجبّار المتکبّر (۸۲) (بادشاہ، پاک، بے عیب، امن دینے والا، نگہبان، غالب زبردست، بڑائی وعظمت والا''۔ اور فرمایا: والسّلامُ علیٰ من اتّبع الھُدیٰ (۸۳) ''اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے''۔

بنی اسرائیل نے ذبح بقر کا حکم ملنے کے بعد جو ردوقدح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع کی تھی اور گائے کی شکل وصورت وغیرہ سے متعلق استفسارات کئے تھے ان کے جواب میں جس گائے کی نشاندہی کی گئی اسے بیان کرتے ہوئے یہ فقرہ بھی ارشاد ہوا ہے: مُسَلَّمَۃٌ لاشیۃ فیھا (۸۴) (بے عیب، جس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو۔ یعنی وہ گائے جسمانی نقائص سے پاک ہونی چاہیے۔ سورۂ ہود میں فرمان باری تعالیٰ ہے: قِیلَ یٰنُوحُ اھبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا (۸۵) (حکم ہوا کہ اے نوحؑ ہماری طرف سے سلامتی (کی ضمانت) کے ساتھ اتر آؤ)۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف خلوص نیت سے رجوع کرے اور اپنے دل کو خواہشات وغیرہ سے پاک ومحفوظ رکھے تو وہ بلا شبہ قابل تحسین ہے۔ سورۂ شعراء میں ہے: اِلاَّ مَنْ اتی اللہَ بقلبٍ سَلِیْم (۸۶) (ہاں جو شخص خدا کے پاس پاک دل لے کر آیا۔ (۸۷) ایک اور جگہ الفاظ یہ ہیں: اذ جاء ربہ بقلب سلیم (۸۸) (جب وہ (حضرت ابراہیمؑ) اپنے پروردگار کے پاس پاک دل لے کر آئے)۔ سورۂ فرقان میں رحمان کے بندوں کی خصوصیات کے ذکر میں فرمایا گیا: واذا خاطبھم الجاھلونَ قالوا سلاماً (۸۹) (اور رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں) جو (زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور) جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں (ان کو سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں) سورہ طور میں ارشاد خداوندی ہے کہ: ام لھم سُلَّمٌ یستمعون فیہ (۹۰) کیا ان (کفار) کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر یہ آسمان سے باتیں) سن آتے ہیں) (۹۱) جنت کا حال بیان کرتے ہوئے تصریح فرمائی کہ: لا یسمعون فیھا لغواً وّلا تاثیماً O الا قیلا سلاما سلاماً (۹۲) ''وہاں (جنت میں) نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گالم گلوچ۔ ہاں ان کا کلام سلام سلام ہوگا'' (۹۳) سورۂ یٰسین میں ہے: سَلامٌ قولاً مِنْ رب رَّحیم (۹۴) ''پروردگار مہربان کی طرف سے سلام کہا جائے گا''۔

اسلام کا شرعی اصطلاحی مفہوم:

ہم یہاں عقائد و احکام کی کتابوں میں اسلام و ایمان کے حوالے سے فلسفیانہ بحثوں اور دقیق باریکیوں سے تعرض نہیں کرنا چاہتے بلکہ قرآن و حدیث اور تاریخ و سیرت کے حوالے سے اسلام کا سیدھا سادہ شرعی اصطلاحی مفہوم سمجھنا اور پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عہد جاہلیت کے جس پس منظر میں (۹۵) اسلام کی سوغات لے کر آئے" وہ نہ جاہلیت لفظی ولغوی تھی نہ عوامی بلکہ اصطلاحی اور بمقابلہ اسلام تھی۔(۹۶) لہذا اسلام کی جو سوغات آنحضور □ نے پیش کی، اس کے دامن میں اسلام بمقابۂ جاہلیت آیا تھا صرف لغوی مفہوم میں یا محض تکوینی حیثیت سے نہیں بلکہ اصطلاحی او رتشریعی اکائی کی حیثیت سے جلوہ گر ہوا تھا۔ اصطلاحی او رتشریعی مفہوم میں اگر چہ لفظی لغوی رعایت بھی موجود ہے لیکن وہ کوئی متفرق اور مجرد عمل فرمانبرداری، اطاعت، سرتسلیم خم کرنا ہی نہیں ہے بلکہ ایک جامع نظامِ حیات بالتزام طاعت، تسلیم و رضا ہے۔ صاحب لسان العرب نے اسلام کی یہ حقیقت صرف ایک ہی جملے میں بہت خوب بیان کردی ہے: **و الاسلام و الاستسلام الانقیاد، و الاسلام من الشریعة اظهار الخضوع و اظهار الشریعة و التزام لما اتیٰ به النبی صلی الله علیه وسلم۔** (۹۷) "اسلام واستسلام کے معنی ہیں انقیاد و اطاعت، اور اصطلاح شریعت میں جھک جانے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے" اسے مضبوط پکڑے رہنے کا نام ہے۔

اور ظاہر ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم "اسلام" کے نام پر جو کچھ لے کر آئے وہ ایک پورا دین (عوام الناس کی زبان میں مذہب۔ اگر چہ قرآن نے اس لفظ (مذہب) کو بطور دین کہیں استعمال نہیں کیا) نظام حیات، اور زندگی گذارنے کا طریقہ اور سلیقہ ہے۔(۹۸) یہ (دین اسلام) ایک پورا کل (اکائی، مجموعہ) ہے جس میں فکر و نظر، عقائد نظریات، ایمانیات، تمام اعمال و افعال، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سمیت تمام امور و معاملات شامل ہیں۔ یعنی اسلام تمام معنوں میں ایک مکمل دین اور مذہب ہے۔

اسلامی تاریخ کی رو سے ہادیٔ عالم رسولِ انسانیت حضور سرورکائنات علیہ الف الف تحیات نے دعوتِ اسلام کے آغاز میں توحید باری تعالیٰ، عقیدۂ آخرت اور دوسرے عقائد و ایمانیات کی تعلیم و تلقین پر اکتفا فرمایا، کیونکہ اسلام جس نظریۂ حیات اور فلسفۂ زندگی کو پیش کرتا ہے اس کی بنیاد عقائد و

ایمانیات پر استوار ہے (۹۹) اور تمام عقائد و ایمانیات کا سرچشمہ توحید باری تعالیٰ ہے۔ یہی عقائد اور ایمانیات ابتدائی مکی زندگی میں تلاوت آیات، تعلیم کتاب اور تزکیۂ نفس و باطن کا مرکز و محور تھے۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ عقائد و ایمانیات انسان کے فکر و نظر کو بدلتے ہیں اس کے دل و دماغ میں تبدیلیاں لاتے ہیں پھر اس کے نتیجے میں جسمانی حرکات و سکنات، اعمال و افعال، رسوم و رواج سب بدلتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول آخر و اعظم، صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام پیغمبران ماسبق کی طرح کار تبلیغ کا آغاز توحید سے کیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ایک جگہ کہتے ہیں:

> دنیا میں جس قدر پیغمبر آئے وہ ایک ہی دین اور ایک ہی عقیدہ لے کر آئے، وہی توحید، وہی نبوت وہی عبادت وہی اخلاق، وہی جزا و سزا، اور عمل کی پرسش، اس لحاظ سے انبیاء کی تعلیم میں کوئی اصولی فرق نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ **شرع لکم من الدین ما وصی به نوحاً۔** الآیة۔ یعنی خدا نے تمہارے لئے وہی دین شروع کیا جو نوحؑ وغیرہ دوسرے پیغمبروں کو دیا تھا اور اسی کا نام اسلام ہے۔ لیکن انبیاء کی تعلیم کا اہم الاصول اور سب سے ضروری جز توحید ہے اور وہی نبوت کے ساز کا اصلی اور ازلی ترانہ ہے۔ (۱۰۰)

یہ بات مسلمات میں داخل ہے کہ اسلامی دینی تعلیمات، اوامر و نواہی احکام و قوانین، عبادات، معاملات اور اخلاقیات اور فرائض و واجبات، سب میں ایک خاص ترتیب و تدریج پائی جاتی ہے۔ (۱۰۱) آنحضور □ کے زمانۂ قیام مکہ میں نزول قرآن اور تبلیغ رسالت میں عقائد ایمانیات اخلاقیات کو اولیت حاصل رہی، پنج وقتہ نماز کی فرضیت ہجرت مدینہ سے کچھ ہی پہلے (معراج کے موقع پر) ہوئی۔ رمضان کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے، زکوٰۃ اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ ہجرت مدینہ کے بعد دینی، معاشرتی، سیاسی معاشی زندگی میں انقلاب آیا، تہذیب و تمدن کی ترقی، معاشرت و حکومت کی توسیع، اخلاق و آداب کی تدوین ہوئی یہاں تک کہ انفرادی اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ بدل گیا اور حجۃ الوداع کے زمانہ تک، ۱۰ھ میں دین اسلام جس کی تعلیم و تبلیغ کا آغاز مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اسی سرزمین (میدان عرفات مکہ مکرمہ) میں اس طرح تکمیل کو پہنچا کہ اسی موقع پر حجۃ الوداع میں یہ آیت قرآنی نازل ہوئی: **الیوم اکملت لکم دینکم** ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا''۔ (۱۰۲) کون سا دین؟ وہی دین جو مکہ معظمہ میں عقائد و ایمانیات کے باب سے شروع ہوا تھا اور اس دن ۲۳ سال بعد

قرآن اور حدیث و سنت کی تعلیمات میں پوری زندگی کے لائحۂ عمل، دستور حیات کی حیثیت سے مکمل ہو رہا تھا اور جس کا عنوان ہے ''اسلام'' اور جس سے اللہ راضی ہوا **ورضیت لکم الاسلام دینا** (۱۰۲/۱) یہی دین، دین اسلام (انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی، فکر و نظر، عقائد و ایمانیات سے لے کر، مادّی روحانی، معاشی معاشرتی، سیاسی ثقافی، انفرادی اجتماعی، عملی اخلاقی تمام معاملات میں رہنمائی کا حامل اور) دین و دنیا کی فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے اور اس کے بارے میں یہ الہامی فیصلہ ہے کہ **ان الـدیـن عند الله الاسلام**۔ (۱۰۲/۲) اللہ کے نزدیک معتبر دین (نظام حیات) اسلام ہے۔ اور جو اس دین (اسلام) کے علاوہ کسی اور (نظریۂ زندگی) کو معتبر جانے گا اور اپنانا چاہے گا وہ اللہ کے ہاں منظور و مقبول نہ ہوگا (**ومـن یبتغ غیر الاسـلام دیناً فلن یقبل منه** (۱۰۲/۳) یہ دین جزوی اطاعت کا طلبگار نہیں (کہ **تـؤمـنـون بـبـعـض الـکـتـاب و تکفرون ببعض** (۱۰۲/۴) کا شائبہ پیدا ہو سکے) بلکہ کلی اطاعت، سرتاسر تسلیم و رضا اور پورے کے پورے دین میں داخل ہو جانے کا متقاضی ہے **ادخـلـوا فـی الـسّـلـم کـآفة** (۱۰۲/۵) مولانا سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی میں اسلام یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبرانہ کام کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> عقائد ہوں کہ عبادات اور دعائیں، اخلاق ہوں کہ آداب تمدن، خانگی معاملات ہوں یا لین دین کے کاروبار انسانوں کے ساتھ معاملہ ہو یا خدا کے ساتھ سب مآخذ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر تعلیمات ہیں آپ کی ان ہمہ گیر تعلیمات کی کتاب جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے چار ابواب پر منقسم ہے اور ان ہی کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ (۱۰۳)

لہٰذا اسلام نا قابل تجزی ہے۔ اس کا ہر جزو دوسرے جزو سے مربوط، ایک دوسرے میں مدغم، مگر بجائے خود اپنی حیثیت میں متفرد و ممتیز ہے، اس لئے جزو سے کل اور کل سے جزو مراد لینا عین حقیقت ہے۔ جیسے ایک عمارت کہ ایٹوں ستونوں پر قائم ہوتی ہے اور اجزا سے مربوط ہو کر عمارت کی یکجائی صورت سامنے آجاتی ہے مگر ہر ستون اور ہر اینٹ اپنی جگہ ایک حیثیت بھی رکھتی ہے۔ یا مثلاً ایک بیج پھوٹ کر پہلے تنِ نازک بنتا ہے اور پھر متفرع ہو کر ایک بڑا تناور درخت بن جاتا ہے، گھنا سایہ دار۔ اس لئے بیج درخت ہے اور درخت بیج اور اس کی شاخیں بے شمار۔ ایمان اور اسلام میں بھی گویا یہی تعلق ہے۔ چنانچہ مثلاً اسلام ایک عمارت ہے اور ایمان اس کی پہلی اینٹ، یا اس کا دروازہ، یا وہ ایک گھنیرا درخت جو ایمان (توحید)

کے بیج سے پھوٹا اور شاخ در شاخ بڑھ کر درخت بنا اور زمین و آسمان کی وسعتوں پر پھیل گیا۔ بہر حال چاہے جز و کو کل مانیں یا کل کو جزء، دونوں کے درمیان ربط و تعلق بہر حال غیر منفک و غیر منفصل ہی رہے گا۔ قرآن حکیم اور احادیث و آثار میں ان تمثیلات کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن میں کلمۂ توحید (ایمان) کو **كلمةً طيبةً كشجرةٍ طيبةٍ اصلها ثابتٌ و فرعها في السمآء** (۱۰۴) سے تعبیر کیا گیا۔ اور مشہور حدیث ہے **:بُني الاسلام على خمس** (۱۰۵) یعنی اسلام (کی عمارت) کی بنیاد پانچ باتوں (ارکان/ستونوں) پر قائم ہے۔ (۱۰۶) اور یہ بھی فرمان نبوی ﷺ ہے کہ **:الايمانُ بِضْعٌ و ستّون شُعبةً و الحياءُ شعبةٌ مِن الايمان** (۱۰۷) ''ایمان ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں (رکھتا) ہے اور حیاء (بھی) ایمان کی (شاخوں میں سے) ایک شاخ ہے۔ (۱۰۸)

اسلام بطور اصطلاح معنًی و مفہوم میں جامعیت رکھتا ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی اور پورے دین (کی تمام تعلیمات کا) عکاس ہے اور کلی نظریۂ حیات کا نمائندہ ہے جس میں فکر و نظر، علم و عمل، اقرار باللسان، تصدیق بالجنان سے لیکن تمام امور و معاملات انسانی داخل ہیں جس کا عمومی منظر صحیح بخاری کی کتاب الایمان سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ (۱۰۹) خصوصاً حدیث جبرئیلؑ سے (۱۱۰) جس میں ایمان، اسلام، احسان اور علامات قیامت کا بیان استفسار کے پیرایہ میں اور پھر ان کا جواب دہن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تصریح کے ساتھ مذکور ہے کہ **:هذا جبريلُ جآءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دينهم**۔ (۱۱۱) نیز عنوان باب میں ہی یہ الفاظ خاص ہیں **:فَجَعَلَ ذٰلكَ كُلَّهُ دينا و مابين النّبي صلى الله عليه وسلم لوفد عبد القيس من الايمان و قوله تعالىٰ: ومن يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه**۔ (۱۱۲) یہ حدیث جبرئیل ''صحیح بخاری کی ایک اردو شرح کے مطابق ''بہت عظیم الشان حدیث ہے۔

قرطبی نے کہا **:يَصلح انْ يُقَالَ لهٗ امّ السنة** یعنی جس طرح تمام قرآن مجید کا نچوڑ اور خلاصہ سورۂ فاتحہ ہے اسی لئے سورۂ فاتحہ کا نام ام القرآن رکھا گیا ہے اسی طرح تمام احادیث کا خلاصہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ زندگی کا نچوڑ اس حدیث میں ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تمام عبادات ظاہری و باطنی اور ایسے امور پر مشتمل ہے جو ایمان سے متعلق ہیں اور ان امور کا بھی اس میں بیان ہے جو اعمال، جوارح، اخلاص سرائر اور آفات اعمال کے تحفظ سے تعلق رکھتے ہیں۔ **حتّٰى انّ علم الشريعة كلّها راجعةُ اليه و مُتَشَعِّبةٌ منه** (۱۱۲/ا) یہاں تک کہ شریعت کے تمام کے تمام علوم اس کی طرف راجع ہیں اور سب اسی سے شاخ در شاخ بن کر نکلتے ہیں (چنانچہ) اس حدیث (جبرئیل) کا اگر ''ام

السنۃ" نام رکھا جائے تو لائق ہے کیونکہ ذخیرۂ احادیث کے مضامین علی الاجمال والاختصار اس حدیث میں موجود ہیں" (۱۱۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے مطابق "بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر شریف میں یہ واقعہ (آمد حضرت جبریل اور استفسارات در حدیث جبریل) پیش آیا تھا۔ آخری عمر سے مراد حجۃ الوداع کے بعد جو آپ کی عمر شریف میں تین مہینہ کا عرصہ رہ گیا تھا، اس میں یہ واقعہ ہوا۔ قال ابن حجرؒ، اور یہ بات معقول بھی ہے کیونکہ تیئیس برس میں دین نجماً نجماً اترتا رہا یہاں تک کہ حجۃ الوداع میں مکمل ہوا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے "یوم عرفہ" میں یہ آیت نازل ہوئی: **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیتُ لکم الاسلام دینا** (مائدہ:۳۳) تو ظاہر ہے کہ یہ خلاصہ نکالنا تکمیل دین کے بعد ہی ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تمام شریعت کا خلاصہ بیان فرما دیا کیونکہ ایمان جملہ ابواب عقائد کا خلاصہ ہے اور اسلام ابواب فقہیہ، عبادات و اعمال کا خلاصہ ہے اور احسان تمام ابواب سلوک و تصوف و تزکیۂ نفس کا خلاصہ ہے۔ اس طرح یہ حدیث (جبریل) حاوی ہے مقاصد دینیہ پر اور یہ ایک اللہ تعالٰی کا بڑا احسان و انعام ہے کہ وہ جس جبریل علیہ السلام کے توسط سے تیئیس سال تک دین کو نازل کرتا رہا اخیر میں ان ہی کے ذریعہ اس دین کا خلاصہ بھی بیان کرا دیا"۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: **ھذا جبریل جاء یُعَلِّمُ النَّاسَ دِیْنَہُمْ** یہ جبریل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے"۔ اس سے یہی مراد ہے کہ سوال و جواب سے تمہیں دین کا خلاصہ معلوم ہو جائے" (۱۱۴)

مندرجہ بالا تفصیلات سے نہ صرف یہ کہ ہمارے اس اجمالی بیان کی وضاحت ہو جاتی ہے جو اس بحث کی ابتدا میں پیش کیا جا چکا ہے بلکہ مزید موکد ہو جاتا ہے اصطلاحاً اسلام میں بطور دین ایسی جامعیت و معنویت پائی جاتی ہے کہ عقائد و ایمانیات کے اقرار زبانی و تصدیق قلبی، بہ آغاز کلمۂ اسلام: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اور کلمۂ شہادت: **اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہٗ** سے لے کر تمام باطنی و ظاہری اعمال بشمول عبادات صلوٰۃ زکوٰۃ، صوم، حج جملہ اوامر و نواہی (از روئے کتاب و سنت) کے اتباع یا حسب تقاضا اجتناب کے تقاضوں پر حاوی ہے، یعنی انسانی زندگی کے وہ تمام انفرادی و اجتماعی شعبے جو اسے دنیوی۔ اخروی راہ صواب اور فلاح و کامرانی عطا کر سکتے ہیں۔

اس اعتبار سے اسلام اور شرع ہم معنی قرار پاتے ہیں (**معنی ھذا ان الشریعۃ مراد فۃ**

للدین (۱۱۵) اور مشہور کتاب ”کشاف اصطلاحات الفنون کے مطابق: والشریعة کذالک ایضاً و شرعا ماشرع الله تعالیٰ لعبادہٖ من الاحکام التی جاء بھا نبی من الانبیاء صلی الله علیه وسلم و علیٰ نبینا صلی الله علیه وسلم سواء کانت متعلقة بکیفیة عمل و تسمیٰ فرعیة و عملیة و دوّن لھا علم الفقه او بکیفیة الاعتقاد و تسمّٰی اصلیة و اعتقادیة و دوّن لھا علم الکلام و یسمی الشرع ایضاً بالدین و الملّة فان تلک الاحکام من حیث انھا تطاع لھا دین ومن حیث انھا تملی و تکتب ملة و من حیث انھا مشروعة شرع (۱۱۶) عبارت اسلام کی اس مختصر ترین تعریف سے ہم آہنگ ہے جو ہم آغاز فصل میں لسان العرب کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں: اظھار الخضوع و اظھار الشریعة و التزام لما اتیٰ به النبی صلی الله علیه وسلم (۱۱۷) ”جو کچھ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لے کر آئے اس پر عمل کرنے اور اسے مضبوط پکڑے رہنے کا نام اسلام ہے“۔ اور تقریباً اسی مضمون پر مشتمل اردو لغت میں درج اسلام کی تعریف مندرج ہے: ”مسلمانوں کا مذہب حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کیا ہوا دین جس کی بنیاد قرآن پاک اور سنت رسول پر ہے“۔ (۱۱۸) شرع کی تعریف میں امام راغب نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: الشرعة ماورد به القرآن و المنھاج ماورد به السنة (۱۱۹) (شرع وہ راستہ جو قرآن نے بیان کردیا اور منھاج وہ ہے جسے سنت نے بیان کیا ہے)۔ علامہ شاطبی نے اپنی کتاب ”الموافقات فی اصول الشریعۃ“ میں شریعت اور فقہ کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھا ہے ان معنی الشریعة انھا تحد للمکلفین حدود فی افعالھم و اقوالھم و اعتقاداتھم وھو جملة ماتضمنة (۱۲۰)“ اور علامۃ الامام طحاوی، م ۳۲۱ھ نے اسلام اور شرع دونوں کو ہم آہنگ کرتے ہوئے جو لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے:

”اسلام وہ (دین) ہے جسے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے (اپنی سنت جاریہ کے مطابق) بندوں کے لئے مشروع کیا ہے۔ اس کے اصول وفروع (ہمیشہ سے تمام انبیاء) ورسل سے متوارث چلے آرہے ہیں اور بے حد کمال ظاہر وواضح ہیں۔ (یہاں تک) کہ ان کی تمیز اور پہچان ہر چھوٹے بڑے، زبان آور اور گونگے، عقلمند اور بے وقوف، (غرض) ہر ایک کے لئے ممکن ہے اور کوئی بھی (شخص) ذراسی دیر میں (باقصر زمان) وہ (محض) ایک کلمہ کا اقرار کرکے (دائرۂ) اسلام میں داخل بھی ہوسکتا ہے۔ اور اس سے بھی کم وقت میں وہ اس (دائرۂ اسلام) سے خارج بھی ہوسکتا ہے (وانه یقع الخروج منه باسرع من ذلک) اگر وہ (کلمۂ اسلام) سے منکر ہوجائے یا اللہ کے قول میں شک کرے یا اس میں شک و شبہ سمجھے جو اللہ نے

(قرآن) نازل کیا ہے یا پھر سرے سے اللہ کا ہی انکار کردے (یا اس کے وجود میں) شک کرکے یا اسی معنیٰ ومفہوم کی دوسری باتیں کرگذرے"(۱۲۱)

مختصر یہ کہ رہبر اعظم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نجات دہندۂ انسانیت بن کر جو حیات آفریں پیغام لائے، اور رجاہلیت مٹا کر انسانی زندگی کی راہوں کو روشن کرنے کے لئے جو ضابطہ، قانون، نظامِ فکر وعمل، پیش فرمایا اور اپنے اسوۂ حسنہ سے ہدایت ربّانی اور دین حق کی جو سوغات عطاء فرمائی وہ اسلام ہے۔ اسلام ایک مکمل دستور حیات کی حیثیت سے، اپنے تمام جزو وکل کے ساتھ جس میں نہ ایمان و اسلام کا فرق ہے نہ قول وعمل کا، نہ دین ودنیا کی مغائرت ہے، نہ ظاہر وباطن کا بُعد، نہ داخل وخارج کی دوری ہے کل کا کل اسلام، اسلام، ایمان، احسان سب شامل ومدغم، ہر جہت سے اطاعت وانقیاد اور تسلیم و رضا کا انعکاس، اسی دین کی طرف آپ نے دعوت دی اور اسی دین کو دوسرے ادیان پر غالب کرنے پر مامور فرمائے گئے تھے: **هو الذی ارسل رسولهٔ بالهدیٰ و دین الحق لیظهرهٔ علی الدین کلّهٖ.** (۱۲۲) اسی دین کی فتح ونصرت کا (اپنے دعوتی وتبلیغی مشن کی تکمیل پر) مژدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا: **اذا جاء نصر الله والفتح و رایتَ الناس یدخلونَ فی دین الله افواجا** (۱۲۳) اسی دین کی حقانیت، قطعیت وصداقت کا صریح اعلان خود رب کائنات نے فرمایا: **ان الدین عند الله الاسلام** (۱۲۴) اور اس کے سوا ہر دین، ہر مذہب، اللہ کے ہاں نامنظور و نامقبول ہے: **ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه۔** (۱۲۵)

اسلام کی نوعیت وخصائص:

اپنے مطالعے کے آخر میں تکرار وطوالت سے بچتے ہوئے کچھ گفتگو اسلام وخصائص اسلام کے بارے میں مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ اپنی نوعیت وماہیت میں جیسا کہ پہلے بھی آچکا ہے، اسلام ایک دین ہے، یہ بھی مسلّمہ ہے کہ اسلام منزل من اللہ ہے اور ابتدائے آفرینش میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر زمانہ رسالت مآب □ تک تمام انبیاء ورسل اسی دین (اسلام) کی تبلیغ وترسیل کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ سورہ آل عمران کی آیت ۱۹ جو پہلے کئی بار نقل ہو چکی یعنی اِنَّ الـدِّیْـنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام کے فرمان میں دین اسلام کا یہ تسلسل بھی مترشح ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے جو وقتاً فوقتاً بندگان خدا تک پہنچتا رہا تا آنکہ سید

المرسلین بھی اسی کے علمبردار تھے (۱۲۶)۔ آیت اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ اللہ کا عطا کردہ، اس کا منظور کردہ اور حقیقی معیاری دین صرف اسلام ہے اور صرف وہی اللہ کے نزدیک قابل قبول ہے۔ اس کی مزید وضاحت اور توثیق آل عمران، ۸۵ سے بھی ہوجاتی ہے یعنی وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ O (۱۲۷) یہ تصریح بجائے خود اس بات کو مستلزم ہے کہ اسلام کے علاوہ بھی دنیا میں انسانوں کے ہاں ہمیشہ سے مختلف دوسرے ادیان بھی متداول رہے ہیں۔ گویا دنیا میں، حقیقت نفس الامری میں دوسرے بہت سے ادیان باطلہ کی موجودگی کے باوجود، اللہ کی بارگاہ میں حقیقی دین صرف اسلام ہے۔

۲۔ محولہ بالا آیات میں اسلام کو بطور جنس دین پیش کیا گیا، اس حوالے سے تمام انبیاء و رسل کا دین یہی ایک اسلام ہے۔ لیکن قرآن کی لطافت بیان ملاحظہ کیجئے کہ جب حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات کو اسلام بطور تبلیغی مشن کے سپرد کیا گیا تو اسے ''دین حق'' سے تعبیر کیا گیا (۱۲۸)۔ چنانچہ قرآن کریم کے ان تینوں مقامات پر جہاں جہاں حضور اکرم □ کے مقصد بعثت اور کار رسالت مآب کی حیثیت سے ذکر ہے یعنی سورۂ توبہ (۳۳)، سورۂ فتح (۲۸)، اور سورۂ صف (۹) میں وہاں عبارت یکساں ہے: هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (۱۲۹) ''وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ اس (اسلام) کو دوسرے تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کردے'' چنانچہ اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ''دین حق'' ہے جب کہ دنیا میں پائے جانے والے دوسرے تمام دین/ادیان اس کے برعکس ادیان باطلہ ہیں مثلاً کفر و شرک، بت پرستی، یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، مزدکیت، زرتشتیت، بدھ مت، ہندو مت، وغیرہ جو اپنی اپنی جگہ الگ طرز حیات، نظام زندگی اور رویہ و فکر و نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

۳۔ اپنے نام اور عنوان میں اسلام لفظاً و معناً دراصل ایک رویہ، فعل، عمل یعنی طاعت و فرمانبرداری کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے اسے نہ کسی ظرف زمان و مکان سے نسبت حاصل ہے نہ کسی تشخص ذاتی و صفاتی کا حامل ہے۔ لہٰذا اسے کسی پہلو سے ''محمدن ازم'' Mohammadanism قرار نہیں دیا جا سکتا جیسا کہ مستشرقین اور مغربی و یورپی مصنفین کا وطیرہ ہے۔ کوئی شخص، فرد، قبیلہ، گروہ وغیرہ اسلام کا بانی نہیں ہے۔ جس طرح دنیا کے دوسرے ادیان باطلہ اپنے بانی، گروہ، موجد، شارع سے منسوب کئے جاتے ہیں۔

۴۔ اسلام کا اصل ماخذ اور بنیاد "وحی" ہے، وحی بے خطا، وسیع ولا محدود، یقینی قطعی علم کا ذریعہ ہے، جس میں کسی نقص، کمی، کجی، غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ وحی کا عطا کردہ علم ہر چیز پر حاوی، ہر لحاظ سے کامل و مکمل اور زمان و مکان، وقت، فاصلے کی حدود و قیود سے ماوراء ہے، اس کے مقابلے میں ادیان باطلہ کی بنیاد وہم، قیاس، گمان پر مبنی حواس خمسہ، عقل، وجدان، خواب، الہام، تخمین و ظن کے نتیجے میں ہونے والے ناقص علم، محدود فکری و نظری دائرہ، غیر یقینی معلومات، ناکافی اطلاعات کے نتیجے میں حاصل ہونے والی رہنمائی کی مرہون منت ہے جو زندگی کو بے راہ روی سے آلودہ کرتی ہے۔ جب کہ وحی سے متمتع دین زندگی کی سنگین حقیقتوں میں کامیابی و کامرانی اور رصلاح و فلاح عطا کرتا ہے۔

۵۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے بایں معنی کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ فکر و نظر، عقیدہ و ایمان، عبادات، اعمال، رسوم و آداب، سیاست و معاشرت، معاش و معاد، سلوک و معرفت، تصوف و طریقت، اخلاق و تہذیب، تمدن و ثقافت، ایسا نہیں ہے جو اس کی ہدایت سے خالی ہو۔ روح و جسم، ظاہر و باطن کا ہر معاملہ اس کے موضوع میں داخل ہے۔ کتاب و سنت میں ہر خشک و تر کا بیان موجود اور ہر قسم کے نفع نقصان کی صراحت کردی گئی۔ خیر و شر کا معیار مقرر کردیا گیا، کامیابی و ناکامی کا راز بتادیا گیا اور اس دنیا کی فانی زندگی میں اور آخرت میں آنے والی ہمیشہ کی زندگی میں فلاح و کامرانی کا نصاب واضح کردیا گیا تاکہ آدمی اختیار و ارادہ سے کام لے کر اپنی پسند کی راہ خود منتخب کرلے کہ اس معاملے میں وہ آزاد ہے (۳:۷۶) البتہ اپنے عمل کا وہ خود ذمہ دار ہے اور انفرادی طور پر خود ہی جواب دہ ہے۔ اسلام صرف چند مراسم عبادت (نماز، روزہ، حج، زکوۃ) اور پوجا پاٹ پر منحصر نہیں بلکہ زندگی کی ہر مصروفیت میں اللہ کی عبادت و بندگی اور اطاعت شعاری کی اصل ہے۔

۶۔ اسلام کی پیش کردہ تمام تعلیمات سادہ، آسان مبنی بر عقل اور قابل عمل ہیں (۱۳۰)۔ پیچیدہ باتیں، دور از کار خیالات، توہمات، دیو مالائی کہانیاں (My thology) اس میں نہیں پائی جاتیں۔ اسلام دنیا اور اس کی زندگی سے فرار کا قائل نہیں، رہبانیت جو عیسائیت میں ایجاد کرلی گئی (۲۷:۵۷) اور مصنوعی تقویٰ و طہارت سکھاتی ہے وہ اسلام میں نہیں۔ اسلام ہنگامۂ زندگی میں رہتے ہوئے راہ صواب دکھاتا ہے۔ اور عین دنیا کو عین دین بنا دیتا ہے۔

کی چیست دنیا از خدا غافل بودن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

۷۔ اسلام انسان کو اس بنیادی فکر سے آشنا کرتا ہے کہ یہ پوری کائنات، زمین و آسمان اور ان

کے درمیان جو کچھ ہے، اور جوان سب سے ماوراء ہماری آنکھوں سے اوجھل، ہمارے ادراک سے دور، پردہ غیب میں (Beyond human perception) واقع ہے، سب کا خالق و مالک اللہ رب العالمین ہے، اس نے یہ سب کچھ بے کار و بے مقصد پیدا نہیں کیا (مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً) اس پورے سیٹ اپ میں انسان کی حیثیت رب کائنات کے خلیفہ اور نائب کی ہے (۲:۳۰) وہ ایک ذمہ دار مخلوق ہے اور صاحب اختیار ہے۔ یہ جانچنے کے لئے کہ کون کون اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے انجام دیتا ہے لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (۲:۶۷) اور مقصد حیات وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ (۵۱:۵۶) کی تکمیل میں لگا ہوا ہے۔ جسم و جان کی تمام صلاحیتوں کے ساتھ، انہیں بھرپور استعمال کرتے ہوئے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلاَّ وُسْعَهَا (۲:۲۸۶) کسی کھوٹ اور ریاکاری کے بغیر سراسر اخلاص و احتیاط کے ساتھ (۱۳۱) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۸۷:۱۴)۔

۸۔ اسلام حسن و توازن کا مجموعہ ہے، حسن توازن و تناسب سے ہی پیدا ہوتا ہے اور توازن و تناسب کا نتیجہ حسن کے سوا کچھ نہیں، اسلام میں عقائد و ایمانیات مبالغہ آرائی سے الگ، افراط و تفریط سے محفوظ ہیں، عبادات و معاملات، اعتدال و تناسب کے متقاضی اور تمام افعال و اعمال انتہاپسندی سے دور ہیں۔ دین اسلام میں ہر جگہ ہر معاملہ میں عدل و قسط کی فرمانروائی ہے **بین الغلو و التقصیر، بین التشبیہ و التعطیل، بین الجبر و القدر، بین الامن و الیاس** (۱۳۲) بیک وقت دین و دنیا دونوں میں کامیابی جس کی تمنا اور دعا قرآن میں منقول ہے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً۔ (۲:۲۰۱)

۹۔ اسلام دین فلاح و سعادت ہے، اس کی تعلیمات اور اس کا پیش کردہ نظام فرد اور جماعت دونوں کی فلاح و سعادت اور خیر و صلاح کی ضمانت ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، **نظام یکفل سعادۃ الفرد والجماعۃ فی الدنیا و الآخرۃ**۔ (۱۳۳) ہر فرد جسم و روح کا مجموعہ ہے، جسم کی ضروریات بھی ہیں اور روح کی بھی ضروریات، دونوں کی ضروریات کی تکمیل اور حقوق و فرائض کا اسلام تعین اس طرح کرتا ہے کہ وہ حظ جسمانی بھی حاصل کرسکتا ہے اور کیف و تسکین روحانی بھی، جس طرح فرد کی ایک شخصیت ہوتی ہے اسی طرح معاشرہ اور اجتماع بھی ایک شخصیت رکھتا ہے، دونوں قسم کی شخصیات اپنی احتیاجات کی تکمیل اور شرف آدمیت و انسانیت کا حصول نظام اسلام کی تعمیل سے ہی ممکن ہے، یہ تحصیل و تکمیل نہ صرف یہ کہ آدمی کو دنیا میں کامیابی و کامرانی عطا کرتی ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کے لئے فلاح و سعادت مندی کی موجب ہے۔ (۱۳۴)

اسناد و حواشی

۱۔ هدایۃ (هدی یهدی هُدیً و هَدْیاً وهدیۃ و هدایۃ) کے لفظی لغوی معنی ہیں رہنمائی کرنا الهدیٰ الرشاد و الدلالۃ۔ مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل (مختار الصحاح، مصطفیٰ البابی الحلبی۔ مصر۔ طبع ثالث ص۷۱۸) امام راغب کے نزدیک الہدایۃ کے اصل معنی لطف وکرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنا (المفردات فی غریب القرآن۔ مصطفیٰ البابی الحلبی۔ مصر ۱۹۶۱ء۔ ص۵۳۸) ھدی کے بنیادی معنی نمایاں اور روشن ہونا، آگے آگے ہونا اور دوسروں کے آگے آگے چلنا۔ چنانچہ روشن ہونے کی وجہ سے ان کو هدیٰ کہا جاتا ہے اور هـادیۃ اس ابھری ہوئی چٹان کو کہتے ہیں جو پانی میں دور سے نظر آجائے۔ چنانچہ لسان العرب کے مطابق ہر وہ چیز جو آگے ہو نکلی ہوئی ہو، ھاد اور ھادی کی مصداق ہوگی (چنانچہ) ھاد گردن کو بھی کہتے ہیں وہ آگے (اوپر) نکلی ہوئی ہوتی ہے جس کی جمع هـوادٍ ہے۔ ابن منظور الافریقی المصری الانصاری۔ لسان العرب۔ بولاق مصر ۱۳۰۷ھ ج۱۹ ص۳۳۲) اور الهدیٰ کے ایک معنی اخراج شی الی شی اور اس طرح الہدی کے ایک معنی اطاعت اور ورع وپاکیزگی کے بھی ہیں اور الهـادیی الهادی فی قوله عزوجل: او اجد علی النار هدی الطریق یسمّی هدیً۔ (ایضاً ص۳۳۱)

۲۔ سورۂ طٰہٰ (۵۰) معنـاه خلق کل شیء علی الهیئۃ التی ینتفع و التی هی اصلح الخلق ثم هداه المعیشۃ وقیل هداه لموضع مایکون منه الولد و الاوّل ابین واوضح و قد هُدِیَ فاهتدیٰ. (لسان ج۱۹ ص۳۱۹)

۳۔ ترجمہ شیخ الہند کے فوائد میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریر کیا ہے: "یعنی ہر چیز کو اس کی استعداد کے موافق شکل صورت، قویٰ، خواص وغیرہ عنایت فرمائے اور کمال حکمت سے جیسا بنانا چاہتے تھے بنایا پھر مخلوقات میں سے ہر چیز کے وجود وبقاء کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی مہیا کئے اور ہر چیز کو اپنی مادی ساخت اور روحانی قوتوں اور خارجی سامانوں سے کام لینے کی راہ سجھائی پھر ایسا محکم نظام دکھلا کر ہم کو بھی ہدایت کردی کہ مصنوعات کے وجود سے صانع کے وجود پر کس طرح استدلال کرنا چاہئے (حاشیہ عثمانی ص۴۲۰ مطبوعہ مجمع الملک فہد للطباعۃ والنشر المصحف۔ مدینہ منورہ)

۴۔ سورۃ الاعلیٰ (۳،۲) مولانا ابوالکلام آزاد نے تفسیر سورۂ فاتحہ تفسیر ام القرآن کے ضمن میں لکھا ہے کہ ہدایت کے معنی راہ دکھانے، راہ پر لگانے، رہنمائی کرنے کے ہیں اور اس کے مختلف مراتب اور اقسام ہیں۔ (مولانا ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ سندھ ساگر اکادمی۔ لاہور ۱۹۶۶ء ص۱۲۱) پھر آگے چل کر تکوین وجود کے چار مراتب (۱۔ تخلیق، ۲۔ تسویہ، ۳۔ تقدیر، اور ۴۔ ہدایت) بیان کرتے ہوئے سورہ الاعلیٰ کی اسی (آیت ۳،۲) سے استدلال کرتے ہوئے یہ ترجمہ کرتے ہیں" وہ

پروردگار عالم جس نے پیدا کیا پھر اسے ٹھیک ٹھیک درست کردیا، اور جس نے ہر وجود کے لئے ایک انداز ٹھہرادیا پھر اس پر راہ (عمل) کھول دی"۔ (ایضاً ص ۱۴۴)

۵۔ ملاحظہ ہو: البقرہ (آیات ۲۲، ۲۹، ۲۱۱) ابراہیم (۳۲ تا ۳۴) الاعراف (۵۴)، النحل (۳ تا ۱۸) وغیرہ، نیز دیکھئے: الرعد (۲ تا ۴)، الحج (۶۵، ۶۶) الروم (۴۰) الجاثیہ (۱۲، ۱۳) وغیرہ

۶۔ لقمان (۲۰) ابراہیم (۳۴)

۷۔ البقرہ (۳۸) علامہ راغب نے المفردات میں لکھا ہے: الھدی اور ھدایۃ اگرچہ لغۃً ہم معنی ہیں لیکن قرآن نے ھُدیٰ کا لفظ خاص طور پر ہدایت الٰہی کے لئے استعمال کیا ہے اور کسی انسان کی طرف اس کی نسبت نہیں کی (اردو ترجمہ ص ۱۰۱۱) تفسیر ابن عباس میں اس آیت کے تحت لفظ ھدی کے مفہوم میں کتاب اور رسول دونوں بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ فیروزآبادی لکھتے ہیں: (ھدیً) کتاب و رسول (فمن اتبع ھدیٰ) الکتاب و الرسول" (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس۔ لابی طاھر محمد یعقوب الفیروزآبادی مصر۔ الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۰ھ ص ۶) ہدایت کے لئے کتاب و رسول کا تلازم قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر مختلف پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے مثلاً دیکھئے: البقرۃ (۵۳، ۸۷، ۲۱۳) آل عمران (۳، ۷۹، ۸۱) النسآء (۱۰۵) المائدہ (۴۸)، النحل (۶۴)، مؤمنون (۴۹) الزمر (۲)، الحدید (۲۵ تا ۲۷) وغیرہ وغیرہ [اور سورۂ قصص میں یہ تصریح ہے کہ یہ سلسلۂ ہدایت اتمام حجت کے لئے بھی قائم کیا گیا (ربنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع ایٰتک و نکونَ من المؤمنین: ۴۷)]

۸۔ البقرہ (۱۲۰) لسان العرب میں ہے: قال ابو اسحاق قولہ عزوجل قل ان ھدی اللہ ھو الھدی ای الصراط الذی دعا الیہ ھو طریق الحق وقولہ تعالیٰ ان علینا للھُدیٰ ای ان علینا ان نبیّن طریق الھدی من طریق الضلال وقد ھداہ ھُدیً وھدیاً وھدایۃً وھدیۃ وھداہ الدین ھدیً وھداہ یھدیہ فی الدین ھدیً وقال قتادۃ فی قولہ عزوجل: واما ثمود فھدیناھم ای بیّنا لھم طریق الھدی و طریق الضلالۃ فاستحبوا ای آثروا الضلالۃ علیٰ الھدیٰ (ج ۱۹ ص ۳۲۹)

۸/ا۔ النحل: ۱۲

۹۔ ہر زمانۂ تاریخ اور ہر گروہ انسانیت کے لئے ہدایت کا ربّانی انتظام ہمیشہ کیا جاتا رہا، چنانچہ فرمایا گیا: وان من امۃ اِلاّ خلا فیھا نذیر (الفاطر ۲۴) اور فرمایا: انما انت منذر ولکل قوم ھاد (رعد: ۷)

۱۰۔ الحدید: (۲۵ تا ۲۷) کتاب و رسول کا یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے برابر جاری رہا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم اور ان کی ذریّت میں بھی جاری و ساری رہا (اور آنحضور سے پہلے) حضرت عیسیٰ تک (ہدایت کے) یہ دونوں سرچشمے چمنستان دہر کو سیراب کر رہے تھے۔ مزید ملاحظہ ہو: الانعام (۸۹، ۹۰) المائدہ (۴۶، ۴۷)

۱۱۔ الھدی ضد الضلال (ابن منظور الافریقی۔ ج ۱۹ ص ۳۲۸) قرآن میں بے شمار مقامات پر ہدایت و ضلالت کا بیان صفت تضاد سے مرصع ہے مثلاً: البقرہ (۱۶، ۲۷، التوبہ (۱۱۵)، الرعد (۲۷)، ابراھیم (۴)، نیز (۹۲۷، النحل ۳۶، ۳۷، ۹۳) الاعراف (۳۰)، فاطر (۸)، المدثر (۳۱) وغیرہ۔

۱۲۔ الزمر (۴۱)،

۱۳۔ ھی الحال التی کانت علیھا العرب قبل الاسلام من الجھل باللہ ورسولہ و الشرائع الدین و لمفاخرۃ بالانساب والکبر و التجبر و غیر ذلک (ابن منظور الافریقی المصری ۲/۱۱ ۷لسان العرب نشر ادب الموزہ قم ایران ۱۴۰۵ھ ج ۱۱ ص ۱۳۰)

۱۴۔ فترۃ فترہ کے لفظی لغوی معنی ضعف کمزوری، فتورانکسار وزوال لیکن اصطلاحی معنی میں دو پیغمبروں کے درمیان کا (خالی) زمانہ (مابین الرسولین من رسل اللہ عزوجل) مختار الصحاح (ص ۵۱۵) تھامس پیٹرک HUGES کی کتاب Dictionary of Islam (مطبوعہ روپا اینڈ کمپنی۔ دہلی ۱۹۹۳ء میں ایک معنی (۲) غیاث اللغات کے حوالے سے یہی بیان کئے گئے ہیں یعنی "ایک رسول کی غیابت اور دوسرے رسول کی آمد وظہور کے درمیان وقفہ فترہ کا لفظی ترجمہ LANGUOR یا INTERMISSION کیا ہے۔ (ص ۱۲۷)۔ دورفترت ظاہر ہے کئی صدیوں پر محیط ہے جبکہ سلسلہ نبوت و رسالت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تھی اسکو بھی چھ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا اور بطور خاص جزیرہ نمائے عرب کے حوالے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ہدایت خداوندی کا خلا تھا اور دین و شریعت سے دوری اور محرومی نے ضلالت وجہالت کو اور گہرا کر دیا تھا۔

۱۵۔ الروم (۴۱) لفظ "فساد" اپنی مختلف شکلوں اور حوالوں سے قرآن میں تقریباً ۵۰ مقامات پر وارد ہوا ہے۔ یہ ایک جامع اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہے حرث ونسل کی تباہی (بقرہ ۲۰۵) ناپ تول میں کمی، ڈنڈی مارنا (اعراف ۸۵)، محنت کا معاوضہ نہ دینا اور حق تلفی (شعراء ۱۸۱۔۱۸۳) معاشرتی گڑبڑ پھیلانا (القصص: ۷۷) بے دینی وارتداد (المؤمن: ۲۲) سرکشی وطغیان (الفجر: ۱۲) اور لوگوں کے کالے کرتوت کے نتیجے میں بننے والی فضا (الروم: ۴۱) وغیرہ کی طرف جو اشارے ہیں اس سے آگے بڑھ کر پوری تباہی، ہلاکت و بربادی کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء میں دلائل توحید کے ضمن میں بتایا گیا کہ لو کان فیھما آلھۃٌ الا اللہ لفسدتا (۲۲) اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود برحق ہوتا تو یہ زمین وآسمان (کا سب کچھ) درہم برہم ہو جاتا۔ اور سورۂ بقرہ میں، جہاں انسان کی خلافتِ ارضی کا ذکر مذکور ہے، ملائکہ انسانی سرشت میں خرابیوں کا عنوان اسی کو قرار دیتے ہیں "من یفسد فیھا (جو زمین میں فساد برپا کرے گا) اور پھر (شاید اسکا نتیجہ مزید خرابی و بربادی، کشت وخون کی صورت میں ظاہر ہوگا) ویَسْفِکُ الدماء (البقرہ ۳۰) مجمع لغات القرآن

مؤلف مولانا محمد شہید الدین (مطبوعہ نور محمد اصح المطابع۔کراچی۔ف ـ ان) میں ہے فســـادٌ: خرابی، تباہ کرنا۔(ص ۲۰۶) فساد صلاح کی ضد اور عکس ہے (الصلاح ضد الفساد مختار الصحاح ص ۳۹۱)

۱۶۔ آل عمران (۱۰۳)

۱۷۔ المائدہ (۱۵)

۱۸۔ سورۂ ابراہیم (۱)

۱۸/۱۔ نساء: ۷۹)

۱۹۔ الانبیاء (۱۰۷)

۲۰۔ آل عمران (۱۶۴)

۲۰/۱۔ مائدہ ۳

۲۰/۲۔ زمر (۶۹)

۲۱۔ ابن منظور الافریقی۔لسان العرب۔(بولاق مصر ۱۳۰۳ھ) میں ہے السلم والسلم ...... یفتح ویکسر یذکر و یؤنث (ج ۱۵ ص ۱۸) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن درید۔جمہرۃ اللغۃ۔(دائرۃ المعارف عثمانیہ۔دکن ۱۳۴۵ھ) ج ۳ ص ۴۹۔

۲۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: لسان العرب (ج ۱۵ ص ۱۸۵۔۱۸۷) تاج العروس الزبیدی۔المطبعۃ الخیریہ م ۱۳۰۶ھ (ج ۸ ص ۳۳۷) القاموس المحیط۔الفیروزآبادی (مصر ۱۳۴۴ھ طبع دوم ج ۴ ص ۱۲۹، اساس البلاغۃ۔زمخشری (قاھرہ۔طبع اوّل ۱۳۷۳ھ۔ص ۲۱۸) لغات القرآن (عبدالرشید نعمانی۔دہلی ۱۹۴۸ء ج ۳ ص ۱۲۶) جامع العلوم الملقب بہ دستور العلماء (قاضی عبدالنبی۔دکن طبع اوّل۔ج ا ص ۱۸۰) وغیرہ

۲۳۔ لسان ج ۱۵ ص ۱۸۷

۲۴۔ ایضاً ص ۱۸۵

۲۵۔ تاج العروس (ج ۸ ص ۳۳۷)

۲۶۔ ایضاً ج

۲۷۔ لسان (ج ج ۱۶ ص ۱۸۵) تاج العروس (ج ۸ ص ۳۳۰)

۲۸۔ ایضاً (تاج۔ج ۸ ص ۳۳۰) شیخ محمد اعلیٰ التھانوی نے (اپنی کتاب کشاف اصطلاحات الفنون۔کلکتہ ۱۸۶۲ء۔ج ا ص ۶۹۶ میں) التسلیم کے تحت لکھا ہے: **وفی الجرجانی التسلیم ھو الانقیاد لامر اللّٰہ تعالیٰ وترک الاعتراض فیما لایلائم و قیل التسلیم استقبال بالرضاء و قیل التسلیم ھو الثبات عند نزول البلاء من غیر تغیر فی الظاھر و الباطن ......**) نیز دیکھئے علامہ وحید الزمان۔لغات الحدیث۔مطبوعۂ نور محمد۔اصح المطابع۔کراچی ۱۹۵۶ء (ج ۳ ص ۱۴۴)

۲۹۔ ایضاً ج۳ص۱۵۳

۳۰۔ رجل سلم ای اسیرلانہ استسلم وانقاد (لسان ج۱۵ص۱۸۵) تاج (ج۸ص۳۳۷)

۳۱۔ ایضاً (تاج۔ج۸ص۳۳۷)

۳۳۔ وسلّم بہ رَضِیَ (محیط المحیط ج۱ص۹۸۹۔۹۸۶)

۳۴۔ وحیدالزمان (ج۳ص۱۳۶)

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ نعمانی، عبدالرشید۔ لغات القرآن۔ دہلی ۱۹۴۸ء (ج۳ص۱۲۶)

۳۷۔ وحیدالزماں (ج۳ص۱۴۴)

۳۸۔ لسان (ج۱۵ص۱۸۵) تاج (ج۸ص۳۴۰) الفیروزآبادی (قاموس المحیط) ج۴ص۱۳۱۔۱۲۹ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب دائرۃ المعارف۔ بستانی۔ بیروت ۱۸۷۸ء (صفحہ ۶۰۵) دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر (العشرین۔ فرید وجدی۔ مصر ۱۹۳۷ء (ج۱ص۳۳۸) نیز کشاف اصطلاحات الفنون (تھانوی) ج۱ص۶۹۶۔۶۹۷ وغیرہ۔

۳۹۔ لسان العرب میں ہے: و الاسلام و الاستسلام الانقیاد و الاسلام من الشریعۃ اظہار الخضوع و اظہار الشریعۃ و التزام لما اتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ج۱۵ص ۱۸۵) یعنی اسلام واستسلام کے معنی ہیں انقیاد واطاعت۔ اور اصطلاح شریعت میں جھک جانے اور اسلامی احکام پرعمل کرنے اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اسے مضبوط پکڑے رکھنے کا نام ہے۔ (الزبیدی ج۸ص۳۴۰) فرید وجدی (کنز العلوم واللغۃ۔ مصر ۱۳۲۳ھ ص۵۶۲) الاستسلام الانقیاد و الطاعۃ (اقرب الموارد وذیلہ) راغب نے (المفردات فی غریب القرآن۔ مصر ۱۹۶۱ء ص۲۴۱) میں توفنی مسلماً کے تحت لکھا ہے: ای اجعلنی ممن استسلم لرضاک

۴۰۔ لسان العرب کے مطابق: والسلم و السلام کا السلم و قد سالمہ مسالمۃ و سلاما. قال ابو کبیر الهذلی هاجوا القومهم السلام کانهم لما اصیبوا اهل دین محتر (ج۱۵ص ۱۸۵) تاج العروس میں ہے: والسلم۔ الصلح (ج۸ھ۳۳۷) امام راغب کے الفاظ ہیں: والسلم السلام و السلم الصلح (ص۲۳۰) فرید وجدی لکھتے ہیں: (سلم) من العیب یسلم سلامۃ. نجاوسلمہ اللہ. نجاہ. والسلم الصلح (کنز العلوم واللغۃ ص۵۶۲، ۵۶۳) والسلم الصلح (القاموس المحیط ج۴ص۱۲۹) سلم من الآفات (المعرب فی ترتیب المعرب علی المطرازی۔ دکن ۱۳۲۸ھ ص۲۶۳) السلم و السلم: الصلح یفتح ویکسر ویذکر ویونث (لسان العرب ج۱۵ص۱۸۴) وحکی السلم السّلم الاستسلام (طلب سلامتی) ایضاً ج۱۰ص۱۸۵)

۴۱۔ السلم و السلم وقد قری علی ثلاثۃ اوجہ و السّلم ضد الحرب و منہ اشتقاق

السلامۃ (ابن درید۔ جمہرۃ اللغۃ۔ دائرۃ المعارف عثمانیہ۔ دکن۔ طبع اوّل ج۳ ص۴۹) السلم و السلم ضد الحرب (تاج العروس ج۸ ص۳۳۷)

۴۲۔ یعنی جنگ کرکے ان کو قید نہیں کیا بلکہ مکہ والوں کی رضا مندی سے ان کے اس آدمیوں کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھ لیا (لغات الحدیث ج۳ ص۱۴۴)

۴۳۔ لسان ج۱۵ ص۱۸۵

۴۴۔ و الخیل اذا تسالمت تسایرت لایھیج بعضھا بعضاً (لسان ج۱۵ ص۱۸۵)

۴۵۔ نعمانی (لغات القرآن) ج۳ ص۱۲۶

۴۶۔ لسان ج۱۵ ص۱۸۶

۴۷۔ ایضا

۴۸۔ وسلم من الآفۃ بالکسر سلامۃً وسلاماً نجا (زمخشری۔ اساس البلاغۃ ص۲۱۸) سَلِمَ من البلاء وسلاماً وسلامۃً (تاج العروس ج۸ ص۳۴۰۔۳۴۳)

۴۹۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ معناہ ان من اتبع ھدی اللہ سَلِمَ من عذابہ وسخطہ۔ (لسان) السلم، السلامۃ التعرّی من الآفات الظاھرۃ و الباطنۃ (المفردات۔ ص۲۳۹)

۵۰۔ السّلام و السلامۃ، البرأۃ. السّلامۃ، العافیۃ (لسان ج۱۰ ص۸۵۔۱۸۲) و السلام فی الاصل السلامۃ وھی برأۃ من العیوب (تاج العروس ج۸ ص۳۳۸)

۵۱۔ النور (۲۷)

۵۲۔ البقرہ (۱۱۲)

۵۳۔ سورۂ نساء (آیت ۱۲۵) اور سورۂ جن (آیت ۱۴) میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

۵۴۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: آل عمران (۲۰) النحل (۴۴)

۵۶۔ المؤمن (۶۶)

۵۷۔ البقرہ (۱۳۰)

۵۸۔ ایضاً (آیت ۱۳۳)

۵۹۔ مُسلمون، انہی معنوں میں دوسری جگہوں پر بھی استعمال ہوا ہے مثلاً آل عمران (۸۵،۵۲)، عنکبوت (۴۶) انبیاء (۱۰۸) وغیرہ

۶۰۔ النور (۶۷)

۶۱۔ البقرہ (۲۰۸)

۶۲۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: قال العوفی، عن ابن عباس ومجاھد و طاوس و الضحاک و عکرمۃ وقتادۃ و السدی و ابن زید فی قولہ (ادخلوا فی السلم) یعنی

الاسلام. وقال الضحاک ابن عباس و ابو العالیة و الربیع بن انس (ادخلوا فی السلم) یعنی الطاعة (ملاحظہ ہو: تفسیر القرآن العظیم دارالاندلس۔ بیروت ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء (ج ۱ ص ۴۳۹)

۶۳۔ النساء (۶۵)

۶۴۔ المائدہ (۴۴)

۶۵۔ الصافات (۱۰۳)

۶۶۔ النحل (۲۸)

۶۷۔ ایضاً (۸۱)

۶۸۔ الحج (۳۴)

۶۹۔ اس سلسلہ میں مزید ملاحظہ ہو: الزمر (۵۴) انیبوا الیٰ ربکم واسلموا اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ۔

۷۰۔ النمل (۳۱)

۷۱۔ یہاں اطاعت وانقیاد بھی مراد ہے اور صلح بھی۔

۷۲۔ النمل (۳۸)

۷۳۔ القلم (۳۵)

۷۴۔ یوسف (۱۰۱)

۷۵۔ آل عمران (۶۷)

۷۶۔ الصافات (۲۶)

۷۷۔ النساء (۹۰)

۷۸۔ ایضاً (۹۱)

۷۹۔ محمد (۳۵)

۸۰۔ الانفال (۶۱)

۸۱۔ الانفال (۴۳)

۸۲۔ الحشر (۲۳)

۸۳۔ مکہ (۵۶)

۸۴۔ البقرہ (۷۱)

۸۵۔ ہود (۴۸)

۸۶۔ الشعراء (۸۹)

۸۷۔ ترجمہ فتح الحمید (ص ۶۰۱) مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ لاہور)

۸۸۔ الصافات (۸۴)

۸۹۔ الفرقان (۶۳)

۹۰۔ الطور (۳۹)

۹۱۔ سیڑھی چونکہ آدمی کو سلامتی کے ساتھ بلندی پر پہنچا دیتی ہے اس لئے اسکو سُلّم کہتے ہیں۔

۹۲۔ الواقعہ (۲۶،۲۵)

۹۳ مطلب یہ ہے کہ امن و آشتی کی باتیں ہونگی فساد و مناقشت سے پاک۔

۹۴۔ یٰسین (۵۸)

۹۵۔ جاہلیت اور دورِ جاہلیت کے تمام پہلوؤں کا مفصل مطالعہ مجلہ ہذا کے شمارہ نمبر ۱۲ (رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ اکتوبر ۲۰۰۴ء کے ص (۲۱ تا ۵۴) کیا جاچکا ہے۔

۹۶۔ سورۂ مائدہ میں (آیت ۴۸ تا ۵۰) جو مضمون وارد ہوا ہے اس میں ایک طرف تو اسلام کا (بطور دین) تذکرہ ہے جسمیں اس (دین) کی نمایاں ترین علامات [(کتاب برحق قرآن کا نزول، اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ اپنے نزول سے پہلے کی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور انکے تعلیمات حقہ کی محافظ و نگراں ہے) دین حق کو نفسانی خواہشات کے سبب ٹھکرانے کی ممانعت، ہر ہر فرقہ کے لئے الگ الگ دستور و طریقہ اور شریعت، منہاج زندگی کا اختیار، اللہ کی طرف سے کسی جبر کی نفی، خدا کے نازل کردہ دین کی پیروی، مخالفوں کی پرواہ کئے بغیر، اور بطور طنز یہ فیصلہ کن بات کہ دین حق (جو منزل من اللہ ہے) کے مقابلہ میں کیا لوگ پھر سے حکم جاہلیت (عہد جاہلیت کی روش زندگی) کے خواہشمند ہیں۔ افحکم الجاھلیۃ یبغون؟ (مائدہ ۵۰)

۹۷۔ ابن منظور الافریقی (لسان) ج ۱۵ ص ۱۸۵

۹۸۔ عوام الناس کے نزدیک عام طور پر دین و مذہب میں فرق نہیں کیا جاتا اور روش طریقہ اعتقاد وغیرہ اس میں سب شامل ہے اردو لغت کے اعتبار سے یہ دھرم، دین کے معنی میں نیز مذہب بدلنا (نسیم اللغات غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۴ء ص ۸۷۹) اس کی جمع ہے مذاہب۔ (عربی لغت کے لحاظ سے ذھب ذھاباً و ذھوباً و مذھباً یعنی جانا گذرنا سے مصدر ہے۔ دیکھئے مختار الصحاح ص ۴۴۔ اصطلاحی طور پر یہ (لفظ مذہب) مسلک (مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، جعفری وغیرہ) کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی نسبتاً محدود مفہوم میں۔ اِلّا یہ کہ مذہب کو زندگی کا معنوی راستہ سمجھتے ہوئے وسعت دے دی جائے۔ جبکہ لفظ دین عربی زبان و ادب کے لحاظ سے متعدد مفہومات کا حامل ہے۔ مولانا مودودی نے خلاصۂ اسکے چار معنی متعین کئے ہیں یعنی ۱۔ غلبہ و حکمرانی و فرمانروائی ۲۔ اطاعت بندگی خدمت ماتحتی، ۳۔ شریعت قانون، طریقہ کیش ملت رسم و عادت ۴۔ جزا عمل، بدلہ، مکافات، فیصلہ، محاسبہ (مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۵ء

ص۱۳۹ تا ص۱۴۳ ملخصاً) قرآن میں لفظ دین کا استعمال ان تمام معنوں میں ہوا نیز قرآنی زبان میں لفظ دین ایک پورے نظام کی نمائندگی کرتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ایضاً ص۱۴۳ تا ص۱۵۲) نیز ایک جامع اصطلاح کی حیثیت بھی اسے حاصل ہے قرآن کی متعدد آیات میں اس کی مثالیں موجود ہیں (ایضاً ص۱۵۲ تا ص۱۵۵)

۹۹۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ (سیرت النبی ۴ مطبوعہ دینی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۵ء ج ۴ میں) لکھتے ہیں: ''عقائد کے اتنے ہی قصہ کا یقین واقرار ضروری قرار دیا جو دل کی اصلاح کرے اور عمل کی بنیاد اخلاق وعبادات کی اساس قرار پاسکے۔ عقائد کے فلسفیانہ الجھاؤ اور تصورات ونظریات کی تشریح وتفصیل کر کے عملیت کو برباد نہیں کیا۔ چند سیدھے سادے اصول جو تمام مذہبی سچائیوں اور واقعی حقیقتوں کا جوہر اور خلاصہ ہیں ان کا نام عقیدہ اور ان پر یقین کرنے کا نام ایمان رکھا آپ نے صریح الفاظ میں عقائد کے صرف پانچ اصول تلقین کئے۔ ۱۔ خدا پر ایمان، ۲ خدا کے فرشتوں پر ایمان، ۳۔ خدا کے رسولوں پر ایمان، ۴۔ خدا کی کتابوں پر ایمان ۵۔ اور اعمال کی جزا سزا اور سزا کے دن پر ایمان۔ یہ وہ تمام حقائق ہیں جن پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ضروری ہے ان کے بغیر خالص عمل کا وجو د نہیں ہوسکتا۔ (دیکھئے ص۶۷۔۳۷۵) ان ایمانیات کا خلاصہ اور اقرار (ایمان مفصل یعنی آمنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہٖ مِنَ اللّٰہِ تعالٰی والبعث بعدَ المَوْتِ کے تحت) ابتدائی قاعدوں اور نماز کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۰۰۔ سیرت النبی □ (ج۴ ص۹۲۔۱۹۱)

۱۰۱۔ مولانا ندوی رقم طراز ہیں: ''قرآن مجید میں تمام احکام نہایت تدریج کے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ۲۳ برس کی وسیع مدت تک روزہ زکوٰۃ و حج کچھ فرض نہیں ہوا تھا لیکن شرک کا استیصال کلی نبوت کا پہلا سبق تھا۔ سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی اور اسی سورہ میں شرک کی تمام صورتیں منادی گئیں'' (ایضاً ص۳۸۱)

۱۰۲۔ مائدہ۳

۱۰۲/۱۔ مائدہ۳

۱۰۲/۲۔ آل عمران:۱۹

۱۰۲/۳۔ آل عمران۸۵

۱۰۲/۴۔ ۸۴:۲

۱۰۲/۵۔ بقرہ۲۰۸

۱۰۳۔ ایضاً (ج۴) ص۳۶۸

۱۰۴۔ سورۂ ابراہیم (۴۳)

۱۰۵۔ بخاری نے اپنی کتاب "الصحیح" میں کتاب الایمان کا آغاز ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی قولِ مبارک سے بطور باب (بُنی الاسلام علی خمس ......) کیا ہے اور پھر بہت کچھ بیان کرنے کے بعد سند ذکر کر کے حدیث لائے ہیں: **عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علیٰ خمسٍ شھادۃِ ان لا الٰہ اِلاّ اللہُ وان محمداً رسول اللہِ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکاۃ والحج وصوم رمضان** . (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری (نبیہ) داراحیاء التراث العربی۔ ج ۱ ص ۸، ۹) صحیح مسلم میں کتاب الایمان کے تحت امام مسلم حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت کے علاوہ ان ہی سے مروی دوسری متعدد روایات بھی لائے ہیں جن میں الفاظ کا معمولی ردوبدل اور حج وصوم کی تقدیم وتاخیر ہے لیکن بہرحال بنی الاسلام علی خمس کی تصریح وتکرار موجود ہے دیکھئے صحیح مسلم (مترجم اردو مع شرح نووی) مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی۔ (ت طن) ج ۱ ص ۹۰ تا ۹۲) اسی حدیث سے "ارکان اسلام" کی تفصیل وتعیین سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلے میں جناب سید نذیر نیازی کا مفصل مقالہ بہت عمدہ اور قابل مطالعہ ہے [ملاحظہ ہو: اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۶ء (ج ۲ ص ۳۹۴ تا ص ۴۰۷)۔

۱۰۶۔ مرزا حیرت دہلوی نے باب: کے تحت اس کا ترجمہ کیا ہے کہ: اسلام کا (محل) پانچ (ستونوں) پر بنایا گیا ہے (ص ۷) اور حدیث ابن عمر میں ترجمہ یہ ہے: اسلام (کا قصر) پانچ (ستونوں) پر بنایا گیا ہے (ص ۸) ملاحظہ ہو: صحیح بخاری۔ (مترجم مرزا حیرت دہلوی۔ دیباچہ مترجم ۱۹۰۶ء) مطبوعہ نور محمد۔ اصح المطابع۔ کراچی۔ (ت طن)

۱۰۷۔ بخاری / ج ۱ ص ۹ باب امور الایمان

۱۰۸۔ ترجمہ مرزا حیرت دہلوی (ص ۸) حاشیے میں لکھا ہے: "اس عدد خاص کے ذکر سے یہ مقصود ہے کہ اس کی بہت شاخیں ہیں اسی وجہ سے بعض احادیث میں بجائے ساٹھ کے ستر کا عدد آیا ہے۔ (ص ۹)

۱۰۹۔ کتاب الایمان میں کل ۴۱ ابواب پائے جاتے ہیں جس کے تحت کل ۴۹ احادیث منقول ہیں۔ امام بخاری کے نزدیک ایمان، واسلام متغائر نہیں۔ چنانچہ کتاب الایمان میں ابواب کی عبارتیں اور عنوانات معنی خیز ہیں مثلاً باب امور الایمان (نسخہ عربی ص ۹) **المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ** (ایضاً) **ای الاسلام افضل ...... تطعم الطعام و تقرأ السلام** (ایضاً ص ۱۰) **یحب لاخیہ مایحب لنفسہٖ** (ایضاً) **ان الدین عند اللہ الاسلام** (ایضاً ص ۲۳) **الجھاد من الایمان** (ایضاً ص ۱۵) **الصلوٰۃ من الایمان** (ایضاً ص ۱۶) **الزکوٰۃ من الاسلام** (ایضاً ص ۱۸) اور سوال جبریل **یعلمکم دینکم** (ایضاً ص ۱۹) اسی میں یہ عبارت ہے: **فجعل ذالک کلہٗ دیناً** (ایضاً) بخاری میں سوال جبریل ۳۷ واں باب ہے۔ فضل الباری۔ اردو شرح صحیح البخاری (افادات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ ترتیب ومراجعت مولانا قاضی عبد الرحمٰن۔ مطبوعہ الرابطۃ العلمیۃ

الاسلامیۃ العالمیۃ۔ (ادارہ علوم شرعیہ) کراچی۔۱۹۷۳ء) میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ''اس باب کے ذیل میں تین تراجم قائم فرمائے پہلے ترجمے میں ثابت کر رہے ہیں کہ جبریلؑ کے سوال کے جواب میں آپ نے جتنی چیزیں بیان فرمائیں وہ سب دین کا مصداق ہیں۔ دوسرے ترجمے سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام ایک ہیں تیسرے ترجمے سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام اور دین ایک ہیں، اس کے لئے آیت قرآن و من یبتغ غیر الاسلام دیناً سے استدلال کرتے ہیں۔ دیکھئے ص ۲۴۵ ملخصا

۱۱۰۔ بخاری میں حدیث جبریل حضرت ابوھریرۃ'' کی روایت سے مذکور ہے: قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بارزاً یوماً للناس فاتاہ جبریل فقال ما الایمان قال الایمان ان تومن باللہِ وملائکتہٖ وبلقائہٖ ورُسُلِہٖ وتومن بالبعث قال ما الاسلامُ قال الاسلامُ ان تَعْبُدَ اللہَ ولاتشرک بہ و تُقیم الصلاۃَ و تُؤدی الزّکاۃَ المفروضۃَ و تصومَ رَمَضَانَ قال ما الاحسانُ قالَ اَنْ تَعبُدَ اللہَ کانّکَ تراہُ فَاِن لم تکُنْ تَرَاہُ فانّہٗ یراکَ قال متیٰ السّاعۃُ، قالَ ما المسئولُ عنھا باَعْلَمَ مِنَ السّائِلِ وسأخبرکَ عن اَشْراطِھا اِذَا وَلَدَت الامۃُ ربّھا وَاِذا تَطَاوَلَ رُعاۃُ الابِلِ البُھمِ فی البُنیانِ فی خَمسٍ لایَعْلَمُھُنّ اِلّا اللہُ ثم تلا النّبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ اللّٰہَ عِندَہٗ عِلْمُ السّاعَۃِ الآیۃ ثم اَدْبَرَ فقال رُدُّوہُ فلم یَرَوا شیئاً فقال ھٰذا جبریلُ جاءَ یُعَلِّمُ النّاسَ دینَھُمْ قال ابو عبد اللہِ جعل ذالک کُلَّہٗ من الایمانُ (ص ۴۰) صحیح مسلم میں بابُ الایمان ما ھو وبیان خصالہٖ کے تحت اس روایت کے علاوہ حضرت ابو ھریرہ کی ہی دوسری روایت میں بنیادی مضمون یہی ہے۔ لیکن الفاظ وعبارت کا فرق ہے۔ مثلاً فجاءِ رجلٌ فجَلَسَ عند رکبتیہ (تو ایک شخص آیا اور آپ کے گھٹنوں کے پاس بیٹھا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر بیان پر اس کی (حضرت جبریلؑ) تصدیق منقول ہے (قال صَدَقتَ) ملاحظہ ہو (صحیح مسلم مترجم اردو ص ۸۳،۸۲) اور سنن ابن ماجہ میں باب فی الایمان میں حدیث جبریل (حدیث ۶۴ کے تحت حضرت ابوھریرہ کی روایت سے بھی مذکور ہے تاہم حدیث نمبر ۶۳ میں) حضرت ابن عمر عن عمر کے الفاظ قدرے مختلف ہیں یعنی قال: کُنّا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءَ رجلٌ شدیدُ بیاضِ الثیاب شدیدُ سوَادِ شعرِ الرّاسِ، لایُرَیٰ علیہِ اَثَرُ سَفَرٍ ولا یَعرِفُہٗ مِنّا اَحَدٌ، قالَ فجلس الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فاسنَدَ رُکبَۃَ الی رکبتیہ وَوَضَعَ فَخِذَیہ علی فخذیہ ثم قال: یا محمد ما الاسلامُ..... اختتامی الفاظ یہ ہیں: ذاک جبریل اتاکم یعلمکم معالم دِینِکُمْ (دیکھئے ابن ماجہ، ۲۷۵ سنن۔ دار الفکر۔ تعلیق محمد فواد عبد الباقی۔ ج ۱ ص ۲۵،۲۴)

۱۱۱۔ بخاری (عربی) ج ۱ ص ۴۰

۱۱۲۔ ایضا ص۱۹

۱۱۲/۱۔ فتح الباری۳۳ا ج۱

۱۱۳۔ فضل الباری (ج۱ص۵۲۶)

۱۱۴۔ ایضا ص۵۲۶، ۵۲۷

۱۱۵۔ یوسف موسیٰ، الدکتور۔الاسلام وحاجۃ الانسانیۃ۔الشرکۃ العربیۃ للطباعۃ والنشر تا ۱۹۶۱ء ص۱۵۵۔

۱۱۶۔ التھانوی، محمد اعلیٰ الفاروقی، کشاف اصطلاحات الفنون کلکتہ ۱۸۶۲ء ج۱ ص۷۵۹

۱۱۷۔ ابن منظور الافریقی (لسان العرب) ج۱۵ص۱۸۶

۱۱۸۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) مدیران ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، مولانا نسیم امروہوی۔ترقی اردو بورڈ۔کراچی ۱۹۷۷ء ج۱ ص۴۸۹

۱۱۹۔ المفردات (ص۲۵۹)

۱۲۰۔ الدکتور یوسف موسیٰ ص۱۵۶

۱۲۱۔ مہذب شرح العقیدۃ الطحاویۃ (تالیف الامام القاضی علی بن علی بن محمد بن ابی العز الدمشقی۔مراجعۃ الدکتور علی بن محمد ناصر فقیہی والدکتور احمد بن عطیۃ الغامدی)۔مکتبۃ الغرباء۔الجامعۃ الستاریۃ۔کراتشی۔الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔ص۴۳۲ مزید تفصیلات اور"اقوال العلماء فی مسمی الاسلام" کی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: شرح العقیدۃ الطحاویۃ الطبعۃ الثالثۃ۔منشورات الکتب الاسلامی، دمشق (ص۳۲۷ تا ۳۳۰)

۱۲۲۔ سورۃ التوبہ (۳۳) ترجمہ شیخ الہند: اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر (ص۲۵۴ مطبوعہ مدینہ منورہ) یہی مضمون سورۃ فتح (۲۸) میں ہے۔اس کے ترجمہ کے الفاظ کے لئے ملاحظہ ہو (ایضا ص۶۸۳) پھر اسی مضمون کی تکرار سورۃ صف (۹) میں پائی جاتی ہے۔ترجمہ ملاحظہ ہو (ایضا ص۷۳۲)

۱۲۳۔ سورۃ النصر (۱،۲)

۱۲۴۔ آل عمران (۱۹)

۱۲۵۔ ایضا (آیت ۸۵)

۱۲۶۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں سیاق وسباق آیت کے پیش نظر (کیونکہ آغاز کلام شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ، ۱۸) لکھا ہے کہ: وھذہ خصوصیۃ عظیمۃ للعلماء فی ھذا المقام ...... الخ (ج۲، ص۲۱) پھر تفصیل میں امام احمد کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے کہ اس آیت (۱۸) کی تلاوت فرمائی پھر آگے لکھا ہے: اخبار منہ تعالیٰ بانہ لا دین عندہ یقبلہ من احد سوی الاسلام وھو اتباع الرسل فیم بعثھم اللہ بہ فی کل حین حتی ختموا بمحمد

صلی اللہ علیہ وسلم فمن لقی اللہ بعد بعثۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بدین علی غیر شریعۃ فلیس بمتقبل کما قال اللہ و من یبتغ غیر الاسلام دینا (ایضاً، ص۴۲)

۱۲۷۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: ایضاً (ج۲،ص۴۲، نیز ص۶۶، ۶۷، ۸۵)

۱۲۸۔ دین حق ہونے کی حیثیت سے اسلام کی خصوصیات کی بحث اور تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: محمود شلتوت۔ الامام الاکبر۔ من توجیہات الاسلام (دارالقلم، قاہرہ، ت طان) ص۲۹ تا ۳۴

۱۲۹۔ (لیظھرہ علی الدین کلہ) ای علی سائر الادیان کما ثبت فی الصحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ...... الخ (ابن کثیر/ ج۳،ص۳۸۶) تینوں مقامات کی تفسیر وتشریح کے لئے ملاحظہ ہو: مودودی، مولانا سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن ج۱، ص۲۰۴، ۲۳۹، ۲۷۰، ج۲، ص۱۹۰، ج۴، ص۳۵۶، اور ج۵، ص۶۲، ۶۳۔

۱۳۰۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، محمود شلتوت ص۱۳۰ تا ۱۵۰ (الاسلام دین العقل والعلم)

۱۳۱۔ ایضاً ص۹۶ تا ۱۰۰ (الرسالۃ المحمدیہ واصلاح المجتمع)

۱۳۲۔ مہذب شرح العقیدۃ الطحاویۃ (ص۴۳۵ تا ۴۳۷)

۱۳۳۔ محمود شلتوت ص۶۵

۱۳۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ایضاً ص۶۵ تا ۷۹

REPO ADVERTISING

Advertising Experts & Consultants

Head Office: 95, C-2 Punjab Govt. Employees,

Cooperative Housing Society,

Near Johar Town, Lahore

Ph: 5189005 Fax: 5180180

Mob: 0333-4269808